13

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

5 تا 11 اپریل 2007ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے

رسول اکرم ﷺ اور ہم

سنگ مرمر پہ چلو گے تو......

ترکوں پر اسلام کے اثرات

وضو اور جدید سائنس

میں نے معاف کیا!

امریکہ کی دوستی

تفہیم المسائل

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

انقلابی گروہ کا مزاج

کسی نظام کو بدلنے کے لیے اُٹھنے والے انقلابی گروہ کا ایک مخصوص مزاج ہوتا ہے' جسے ہم اس کا تحریکی مزاج کہہ سکتے ہیں۔ ایسے لوگ حد درجہ پُرعزیمت ہوتے ہیں اور کسی دشواری یا مشکل سے گھبرا کر راستہ بدلنے پر تیار نہیں ہوتے۔ یہ باطل سے شدید متنفر ہوتے ہیں' کیونکہ اسی کو گرانے کی عملی جدوجہد وہ کر رہے ہوتے ہیں اور اسی کے ساتھ ان کی موت وحیات کی جانگسل کشمکش جاری ہوتی ہے۔ حق کی سربلندی کے لیے ان میں جنون کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ حق کے دامن پر ایک دھبہ دیکھنا بھی انہیں گوارا نہیں ہوتا۔ باہم وہ پیوست ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے وہ شدید محبت کرتے ہیں۔ قرآن میں ان کے تعلق کی باہمی کیفیت کو ''رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان کا مزاج سخت درجہ کا انقلابی ہوتا ہے۔ وہ باطل کے ساتھ کسی درجہ میں بھی مصالحت یا موانست یا رعایت کا رویہ اختیار کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ مصلحت کے معاملہ میں بھی وہ زیادہ گنجائش دینے والے نہیں ہوتے۔ ان میں ناقابل تسخیر استقلال کا جوہر موجود ہوتا ہے۔ عزم وارادہ کی پختگی انہیں ایک لمحہ کے لیے بھی راہِ حق میں چلتے ہوئے مادی نفع ونقصان کا حساب لگانے کی اجازت نہیں دیتی۔ ان میں حد درجہ شوقِ جہاد ہوتا ہے۔ وہ تبلیغ وتلقین کے تقاضے اتمامِ حجت کی حد تک ادا کرنے کے بعد باطل سے بالفعل ٹکرانے کا ایک زبردست داعیہ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ان کی جانیں ہتھیلیوں پر اور سر گردنوں پر صرف اللہ کی امانت ہوتے ہیں۔ ایسی ہی بے تابی مسلمانوں میں موجود تھی' جب ہجرت کے بعد مدینہ میں انہیں حکم دیا گیا تھا:

﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ o﴾ (البقرہ:190)

''اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

انہیں صفات کا گروہ ہوتا ہے جو نظامِ حق کو برپا کرنے کی جدوجہد کر سکتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی حکمتِ انقلاب

سید اسعد گیلانی

الھدیٰ (273)

سورۃ المائدہ

(آیت 82 تا 86)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٨٦﴾ ﴾

''(اے پیغمبر ﷺ!) تم دیکھوگے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر اُن لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں' یہ اس لیے کہ اُن میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب اس (کتاب) کو سنتے ہیں جو (سب سے پچھلے) پیغمبر (ﷺ) پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں' اس لئے کہ اُنہوں نے حق بات پہچان لی اور وہ (اللہ کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم ایمان لے آئے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ لے۔ اور ہمیں کیا ہوا ہے کہ اللہ پر اور حق بات پر جو ہمارے پاس آئی ہے ایمان نہ لائیں۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں) داخل کرے گا۔ تو اللہ نے اُن کو اس کہنے کے عوض (بہشت کے) باغ عطا فرمائے۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے۔ اور نیکوکاروں کا یہی صلہ ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں۔''

تم یہودیوں اور مشرکوں کو اہل ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن پاؤ گے۔ یہ بہت اہم آیت ہے۔ مشرکین مکہ بھی اسلام کے دشمن تھے مگر اُن کی دشمنی کھلی اور ظاہر و باہر تھی۔ وہ سامنے سے حملہ کرتے تھے مگر بدترین دشمنی یہود کی تھی جو آستین کا سانپ بن کر سازشی انداز میں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے تھے۔ آج بھی یہود اور ہنود مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔ اگرچہ بت پرستی کا شرک اب صرف ہندوستان میں رہ گیا ہے' اور وہاں بھی صرف نچلے طبقے میں' اوپر کے طبقے میں نہیں' تاہم یہود و ہنود کا گٹھ جوڑ اب بھی موجود ہے۔

وہ لوگ کہ جنہوں نے یہ کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں' اہل ایمان کے حق میں وہ محبت اور دلجوئی میں قریب ترین ہیں۔ سیرت محمد ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ جس طرح کی دشمنی مسلمانوں سے اُس وقت یہود نے کی' نصاریٰ نے نہیں کی۔ نجاشی شاہ حبشہ نے مسلمانوں کو پناہ دی۔ مقوقس شاہ مصر نے حضور ﷺ کی خدمت میں تحائف بھیجے۔ ہرقل نے آپؐ کے نامہ مبارک کی عزت کی۔ نجران کے عیسائی آئے' بات چیت ہوئی۔ اگرچہ قبول اسلام کی راہ میں اُن کے مفادات آڑے آئے' لہٰذا ایمان نہیں لائے' مگر شدید قسم کی مخالفت بھی نہیں کی۔ یہ اس لئے کہ اُن میں عالم بھی اور درویش بھی تھے اور علمائے ربانی اور راہب بھی' جن کے اندر خوف خدا کا جذبہ موجود تھا اور اس لئے بھی کہ وہ تکبر نہیں کرتے تھے۔ مگر اب وہ دور ختم ہو چکا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب قرآن نازل ہو رہا تھا۔ بعد ازاں صورت حال تبدیل ہوئی۔ عیسائیوں کے ساتھ صلیبی جنگیں ہوئی۔ عیسائی علماء اور ان کے مذہبی پیشواؤں نے ظلم و بربریت کی انتہا کر دی اور انسانیت سوز مظالم کا بدنما داغ تاریخ کے صفحات پر چھوڑا۔

یہاں (واذاسمعوا) سے ساتواں پارہ شروع ہو رہا ہے۔ حبشہ سے ستر افراد پر مشتمل ایک وفد آیا تھا' جس میں کچھ نومسلم بھی شامل تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حبشہ ہجرت کر جانے والے صحابہؓ کی دعوت کی وجہ سے اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ لوگ مدینہ پہنچے اور جب قرآن مجید سُنا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور زبان پر رَبَّنَآ اٰمَنَّا کے الفاظ جاری ہو گئے۔ یہاں اسی واقعے کا ذکر ہو رہا ہے۔ فرمایا: اور ''جب اُن لوگوں نے قرآن سنا جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تھا' تم دیکھ رہے تھے کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے' اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا تھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں' پس تو ہمیں شاہدوں میں سے لکھ لے۔'' اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اللہ پر اور اس حق (سچائی) پر ایمان نہ لائیں جو ہم تک پہنچ گیا ہے اور ہماری بڑی خواہش ہے کہ ہمارا رب ہمیں نیکوکار لوگوں کے ساتھ داخل کر دے۔ پس انہوں نے جو اعلانِ حق کیا' اُس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ باغات دیئے جن کے دامن میں ندیاں بہتی ہیں' جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور یہی بدلہ ہے احسان کی روش اختیار کرنے والوں کا۔ یعنی جو قبول اسلام تک پہنچے پھر ایمان لائے اور آگے احسان تک پہنچے' اُن کا یہی بدلہ ہے۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو وہی لوگ جہنمی ہیں۔

فرمانِ نبویؐ

دعوت الی اللہ کی راہ میں شدید مشکلات

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَقَدْ اُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤْذٰى اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُوْنَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ وَّمَالِيْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَّاْكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَيْءٌ يُّوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ)) [مسند احمد]

حضرت انس ابن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''میں اللہ کی راہ میں ڈرایا اور ستایا گیا ہوں۔ میری طرح نہ کسی کو ڈرایا گیا ہے اور نہ ستایا گیا ہے۔ مجھ پر مسلسل تیس دن ایسے بھی گزرے ہیں کہ اس عرصہ میں میرے اور بلال کے لئے ایسی خوراک نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے' سوائے اس تھوڑی سی چیز کے جو بلال نے اپنے بغل میں چھپا رکھی تھی۔''

تشریح: کفار مکہ نے حضور ﷺ کو دعوت حق سے روکنے کے لیے جان سے مار دینے کی دھمکی دی' سخت ترین سزاؤں سے آپؐ کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کی اور جسمانی تکلیفیں بھی دیں۔ وہ آپؐ کے خلاف ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرتے رہے' اس طرح کے سنگین حالات سے حضورؐ کے سوا کوئی دوسرا داعیٔ حق دوچار نہیں ہوا۔ مگر آپؐ نے یہ سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے

عرب لیگ کے حالیہ اجلاس میں شاہ عبداللہ نے جس صاف گوئی اور جرأت کا مظاہرہ کیا ہے' اُس کی ماضی قریب میں کسی عرب لیڈر کو توفیق نہیں ہوئی۔ اُنہوں نے جہاں بیرونی قوتوں خصوصاً امریکہ جیسی سپریم پاور کو کھری کھری سنائی ہیں' وہاں عربوں کی کوتاہیوں اور غلطیوں کا بھی واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب لیگ کو قائم ہوئے 60 برس گزر چکے ہیں' اِس طویل عرصے میں یہ تنظیم عربوں کو قریب لانے اور اُنہیں دشمن کے مقابلے میں ایک متحدہ قوت بنانے میں بُری طرح ناکام ہوئی ہے' بلکہ یہ کہنا بالکل بجا اور درست ہوگا کہ اُن کے اختلافات میں اضافہ ہوا ہے اور اُن میں مزید دوری پیدا ہوئی ہے۔ سرد جنگ کے دور میں وہ امریکہ اور سوویت یونین کے کیمپوں میں منقسم تھے۔ اِس حوالہ سے وہ ایک دوسرے کے خلاف صف آرا رہتے' حالانکہ اُن کا حقیقی دوست اور محسن نہ امریکہ تھا نہ سوویت یونین۔

1967ء اور 1973ء کی عرب اسرائیل جنگوں میں اُن پر واضح ہو گیا کہ سوویت یونین دوستی کے تمام تر زبانی دعووں کے باوجود اُن کی خاطر کبھی امریکہ سے تصادم کا خطرہ مول نہیں لے گا۔ افغان جنگ کے نتیجہ میں سوویت یونین شکست و ریخت کا شکار ہوا اور امریکہ سپریم قوت کی حیثیت اختیار کر گیا تو عرب ممالک باجماعت روبہ واشنگٹن سربسجود ہو گئے۔ اسرائیل کو نیست و نابود کرنے کا عرب نعرہ دفن ہو گیا۔ کچھ ممالک نے آگے بڑھ کر اسرائیل کو تسلیم کر لیا اور کچھ نے خفیہ رابطے استوار کر لئے' یہاں تک کہ فلسطینی کاز کے چیمپئن یاسر عرفات نے بھی اوسلو معاہدہ کرنے میں عافیت سمجھی۔ عرب قیادت نے اپنی تمام توقعات امریکہ سے باندھ لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ نے کبھی یہ بات پوشیدہ نہیں رکھی کہ مشرقِ وسطیٰ میں اُس کی خارجہ پالیسی کا کارنرسٹون اسرائیل ہے اور اُسے اسرائیل کی سیکیورٹی اپنی سیکیورٹی کی طرح عزیز ہے۔ عرب امریکہ دوستی خالصتاً مفادات کی بنیاد پر قائم رہی۔ امریکہ کو عربوں کے تیل کی ضرورت تھی اور عرب قیادتیں چونکہ عوام میں جڑیں نہیں رکھتیں' لہٰذا اُنہیں اپنے تخت اور اقتدار کی حفاظت کے لئے امریکی قوت کی ضرورت تھی۔ عرب قیادت کے اِس ذاتی لالچ نے امریکہ کو مشرقِ وسطیٰ میں کھل کھیلنے اور من مانی کارروائیاں کرنے کا موقع فراہم کر دیا۔ اِس وقت بہت سے عرب ممالک میں امریکہ فوجی اڈے قائم کر چکا ہے اور اُس کی فوج کئی عرب ممالک میں دندنا رہی ہے۔

اِس پس منظر میں شاہ عبداللہ کا یہ کہنا کہ عراق میں امریکی قبضہ ناجائز ہے اور امریکہ وہاں نفرت انگیز فرقہ وارانہ تشدد کا ذمہ دار ہے' اور یہ کہ ہم کسی بیرونی قوت کو مشرقِ وسطیٰ کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں دیں گے' ایک نعرۂ مستانہ ہے جو انہوں نے لگایا ہے۔ اُن کا خطاب اِس لحاظ سے بڑا متوازن تھا کہ اُنہوں نے اپنا پانچ سالہ پرانا امن پلان دہرایا اور ایک بار پھر اسرائیل کو امن کی پیشکش کی۔ اُنہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ فلسطینی ریاست کا قیام صرف عربوں کے متحد اور یک زبان ہونے کی صورت میں ممکن ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ شاہ عبداللہ کی جرأت مندی کا اصل امتحان اُس وقت ہوگا جب وہ امریکہ کو مشرق وسطیٰ سے بے دخل کرنے کے نعرہ کو عملی شکل دینے کی کوشش کریں گے' وگرنہ محض نعرہ زنی سے امریکہ کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ تاریخ نے عربوں کو امریکی غلامی سے آزاد ہونے کا سنہری موقع فراہم کیا ہے۔ امریکہ عراق کی دلدل میں بُری طرح پھنس چکا ہے۔ ایران اُس کے حلق کا کانٹا بنا ہوا ہے۔ افغانستان میں بھی حالات اُس کے قابو سے باہر ہو رہے ہیں۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی اندھی جنگ نے سوا ارب مسلمانوں کو اپنا بدترین دشمن بنا لیا ہے۔ روس اپنی شکست اور ذلت کا بدلہ چکانا چاہتا ہے۔ چین سمجھتا ہے کہ سپر قوت کی حیثیت سے اپنی جگہ بنانا اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک امریکہ کی موجودہ قوت کو چیلنج نہ کیا جائے۔ دہشت گردانہ کارروائیوں اور خودکش حملوں کا جائز ناجائز ہونا الگ مسئلہ ہے' دنیا کے سامنے یہ بات تو آئی ہے کہ امریکہ ناقابلِ شکست نہیں ہے۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ امریکی عوام جو کسی بھی امریکی حکومت پر اثر انداز ہونے والا اہم ترین فیکٹر ہے' وہ بیرون ملک جنگجویانہ پالیسی سے تنگ آئے صاف نظر آ رہے ہیں۔ (باقی صفحہ 18 پر)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 | 5 تا 11 اپریل 2007ء | شمارہ 13
16 تا 22 ربیع الاوّل 1428ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا.................. (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اکسٹھویں غزل

(بالِ جبریل، حصہ دوم)

شعور و ہوش و خرد کا معاملہ ہے عجیب
مقامِ شوق میں ہیں سب دل و نظر کے رقیب

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہو گا
مسائلِ نظری میں الجھ گیا ہے خطیب!

اگرچہ میرے نشیمن کا کر رہا ہے طواف
مری نوا میں نہیں طائرِ چمن کا نصیب!

سُنا ہے میں نے سخن رس ہے ترکِ عثمانی
سُنائے کون اسے اقبال کا یہ شعرِ غریب!

سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جوار اپنا
ستارے جن کے نشیمن سے ہیں زیادہ قریب!

1۔ اقبال کہتے ہیں کہ انسانی عقل بہت اچھی چیز ہے۔ اس سے انسان کو بہت سے دنیاوی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں' اور ہوتے ہیں' لیکن اِس کی نوعیت ایسی ہے کہ جب انسان عشقِ الٰہی اختیار کرتا ہے تو یہ عقل انسان کے دل کی دشمن بن جاتی ہیں' یعنی ہر معاملے میں دل کی مخالفت کرتی ہے اور اس کی ترقی میں حائل ہو جاتی ہے۔ قدم قدم پر رکاوٹیں پیدا کرتی ہے۔ مثلاً ''عشق انسان سے یہ کہتا ہے کہ' اللہ کے راستے میں جہاد کر' سر پہ کفن باندھ کر میدانِ جنگ میں کُود پڑ' تو عقل فوراً دل کا راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی ہے اور اُس سے کہتی ہے کہ خبردار' میدانِ جنگ میں مت جانا' وہاں جان کا خطرہ ہے۔

2۔ ''جماعت'' سے مُراد ہے ملّتِ اسلامیہ۔ ''مسائلِ نظری'' سے وہ مسائل مُراد ہیں جن میں غور و فکر کی ضرورت ہو۔ ''نظر'' منطق اور فلسفہ دونوں کی اصطلاح ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ مسائل نظری اور نظریہ سازی میں انہماک کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قوم جذبۂ عمل سے بیگانہ اور قوتِ عمل سے محروم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے مسلمانوں کو اس قسم کے مسائل میں گفتگو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا اُس کی صفات سے کیا تعلق ہے۔ قرآن مجید حادث ہے یا قدیم؟ استویٰ علی العرش کا مفہوم اور اس کی کیفیت کیا ہے؟ یہ سب مسائلِ نظری ہیں' اور ان میں گفتگو یا انہماک ذوقِ عمل کے لیے سمِ قاتل ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی ملی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب وہ اِن مسائل میں منہمک ہوئے تو جہاد کا جذبہ فنا ہو گیا۔ اِن حقائق کو ذہن میں رکھ کر اب اقبال کا یہ شعر دوبارہ پڑھیے تو آپ کو بآسانی معلوم ہو جائے گا کہ ملت کا حشر کیا ہوگا۔ اقبال نے اس شعر میں واضح طور پر اِس امر کی نشان دہی کی ہے کہ وہ لوگ میری شاعری میں سے کسی طور پر بھی استفادہ نہیں کر سکتے جو اِس کے حقیقی مفہوم اور اس کے فکر سے آگاہ نہیں۔ نیز اس پر عمل کرنے کا حوصلہ بھی نہیں رکھتے۔

3۔ اقبال کہتے ہیں کہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ میری قوم کے نوجوان' اگرچہ میرے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں' لیکن وہ میری شاعری کی غرض و غایت سے آگاہی حاصل نہیں کرتے۔ دن رات میرے نشیمن کا طواف کرنے کے باوجود' میری نوا میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ''نصیب'' کے معنی حصہ۔

4+5۔ غریب بمعنی عجیب۔ ہم جوار بمعنی ہمسایہ۔ کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ ترک بہت سخن فہم اور نکتہ نواز ہیں' اس لیے میں چاہتا ہوں کہ کوئی اللہ کا بندہ میرا یہ پیغام اُن تک پہنچا دے کہ تم یورپ کو اپنا ہمسایہ سمجھ رہے ہو' حالانکہ اس کے مقابلے میں ستارے تم سے زیادہ قریب ہیں۔ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

پہلا مطلب یہ ہے کہ ستاروں سے شام' فلسطین اور حجاز یعنی عربی زبان بولنے والے ممالک مُراد لیے جائیں۔ اِس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مغرب اور مغربی تہذیب کی بجائے عرب اور عربی تہذیب کی تقلید اُولیٰ اور انسب ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ستاروں سے اسلامی حقائق و معارف مراد لیے جائیں۔ تب اِس شعر کا مفہوم یہ ہوگا کہ غیر اسلامی تہذیب کی بجائے اسلامی اصولوں کا اتباع کیوں نہیں کرتے؟

اس شعر میں اقبال نے مصطفیٰ کمال پاشا کی مغرب نوازی پر لطیف پیرائے میں تنقید کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبال نے شروع میں 1922ء میں ''فتح سمرنا'' کی خوشی میں اِس آہنی عزم کے شخص سے کچھ توقعات وابستہ کر لی تھیں' جن کی جھلک اُن کے مجموعۂ کلام ''پیامِ مشرق'' میں نظر آتی ہے' لیکن جب اِس ''مردِ باکمال'' نے مطلق العنان ہو کر قرآنی ضابطے کی بجائے سوئٹزرلینڈ کا ضابطہ اپنا کر اسے دین و ایمان بنا لیا تو اقبال کی توقعات بھی یکسر ختم ہو گئیں۔ اسی لیے انہوں نے بعد ازاں اپنی ہر تصنیف میں ''سجدۂ سہو'' ادا کیا۔ مثلاً ''ضربِ کلیم'' میں کیسی خوبصورتی کے ساتھ اور کیسے موثر انداز میں اِس قوم کو تنبیہ کی ہے:

لادینی و لاطینی! کس پیچ میں اُلجھا تُو
دارُو ہے ضعیفوں کی' لا غالب اِلّا ھُو

منبر و محراب

رسول اکرم ﷺ اور ہم

سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے منعقد ہونے والی ایک نشست سے امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کا خطاب

رحمۃ للعالمین ٹرسٹ کے زیر اہتمام‘ جس کے روح رواں قرآن اکیڈمی لاہور کے شعبۂ مطبوعات کے سینئر کارکن حافظ محبوب احمد خان ہیں‘ ہر سال ماہ ربیع الاوّل کے ابتدائی عشرے میں سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے سنجیدہ مجالس کا انعقاد ہوتا ہے۔ اِن مجالس میں ایسے مقررین کو مدعو کیا جاتا ہے جو سیرت مصطفیٰ ﷺ کے عملی پہلو کو اجاگر کریں۔ حسبِ دستور امسال بھی ٹرسٹ کے چیئرمین محمد یوسف قریشی اور حافظ محبوب احمد خان کی کاوشوں سے ایسی چند مجالس منعقد ہوئیں۔ اِس طرح کے ایک پروگرام کے لئے امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کو گفتگو کی دعوت دی گئی۔ یہ پروگرام جامع مسجد رحمۃ للعالمین غازی روڈ نذیر پارک میں 26 مارچ 2007ء کو از مغرب تا عشاء ہوا۔ موضوع تھا: ہم اور ہمارے رسول ﷺ۔ امیر محترم نے اِس موقع پر مفصل خطاب فرمایا۔ یہ خطاب قارئین ندائے خلافت کے لئے دو اقساط میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ سے دلی محبت رکھنا ہمارے ایمان کا جزو لازم اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ‘ خلق عظیم‘ اعلیٰ کردار اور مثالی شخصیت کا تذکرہ ہمارے ایمان و یقین میں اضافے کا موجب ہے۔ آپ کی ثنا اور مدح بیان کرنا دل کا عمل بھی ہے اور دماغ کا بھی۔ اگرچہ ہر مسلمان اپنی زبان سے آپؐ کی ذات گرامی کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ اچھے سے اچھے الفاظ میں کرتا ہے‘ تاہم یہ حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کی ذات کی بلندی کا تصور کرنا شعور بشر سے باہر ہے۔ اِسی طرح آپؐ کے اوصاف و کمالات کی کماحقہ ثنا و صفت بیان کرنا حیطۂ انسان میں نہیں۔ آپ کی عالی مرتبت ہستی کے بارے میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ اسی لئے کہا گیا کہ یہاں ذرا سی لغزش بھی افراط و تفریط کا باعث بن جاتی ہے۔ عرفی نے اپنے نعتیہ قصیدے میں کیا خوب کہا ہے۔

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ کہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قلم را

[اے عرفی زور بیان میں تیزی مت دکھا‘ کہیں تو حد ادب سے تجاوز نہ کر جائے۔ یہ خیال رکھ کہ نعت کا راستہ ایک تیز دھار تلوار کی مانند ہے۔ یہاں قلم کا واسطہ تلوار کی تیز دھار سے ہے کہ ذرا پھسلا اور گیا۔]

تاہم نبی اکرم ﷺ کے اوصاف جمیلہ اور مقام رفیع کا جو تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کیا ہے‘ اِس کی روشنی ہم میں آپؐ کی سیرت و کردار اور آپؐ سے اپنے مطلوبہ تعلق کو بہتر طور پر سمجھ سکتے اور اُس کا صحیح شعور و ادراک حاصل کر سکتے ہیں۔ قرآن حکیم کا بیان ہر قسم کے افراط و تفریط سے پاک ہے۔ یہ ایک ایسی سچائی ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اِسی لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن کے ذریعے کوئی بات کہی اُس نے سچ کہا‘ یعنی اُس کا کہا جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپؐ کی امتیازی شان یہ ہے کہ آپؐ سے پہلے دنیا میں جتنے بھی نبی اور رسول آئے‘ وہ اپنی قوم اور مخصوص علاقے کے لئے آئے تھے‘ مگر آپؐ کی بعثت کسی خاص قوم یا زمانے کے لئے نہیں بلکہ تا قیام قیامت تمام انسانیت کے لئے ہے۔

﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا...... ﴾ (اعراف:158)

”کہہ دیجئے (اے نبی) اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول (بنا کر بھیجا گیا) ہوں۔“

اور سورۂ سبا میں ارشاد ہوا:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾

”اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سُنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے‘ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ یعنی آپؐ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ آپؐ کی آمد سے ظلمت اور تاریکی کے بادل چھٹ گئے اور دنیا میں ہدایت اور روشنی کی کرنیں چار سو پھیل گئیں۔ آپؐ کے مقام بلند کا اندازہ اِس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاصہ کو آپؐ کے سچے متبعین کے لئے خاص کیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الاعراف کی آیات 155‘ 156 میں حضرت موسیٰؑ کی اپنی قوم کی مغفرت اور دنیا و آخرت میں بھلائی کے لئے دُعا نقل ہوئی ہے۔

﴿وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاۗءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِىَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاۗءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ○ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ﴾ (آیت:156,155)

”اور اُس نے اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو منتخب کیا‘ تا کہ وہ (اُس کے ساتھ) ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر حاضر ہوں۔ جب اِن لوگوں کو ایک سخت زلزلے نے آ پکڑا تو موسیٰؑ نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! آپ چاہتے تو پہلے ہی اِن کو اور مجھے ہلاک کر سکتے تھے۔ کیا آپ اُس قصور میں جو ہم میں سے چند نادانوں

نے کیا تھا ہم سب کو ہلاک کر دیں گے؟ یہ آپ کی ڈالی ہوئی ایک آزمائش تھی' جس کے ذریعہ سے آپ جسے چاہتے ہیں گمراہی میں مبتلا کر دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ہدایت بخش دیتے ہیں۔ ہمارے سرپرست تو آپ ہی ہیں۔ پس ہمیں معاف کر دیجئے اور ہم پر رحم فرمایئے' آپ سب سے بڑھ کر معاف فرمانے والے ہیں۔ اور ہمارے لیے اس دنیا کی بھلائی بھی لکھ دیجئے اور آخرت کی بھی۔ ہم نے آپ کی طرف رجوع کر لیا۔''

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاۗءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾

(الاعراف:156،157)

''جواب میں ارشاد ہوا' سزا تو میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں' مگر میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے' اور اُسے میں اُن لوگوں کے حق میں لکھوں گا' جو نا فرمانی سے پرہیز کریں گے' زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔ (پس یہ رحمت اُن لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر' نبی اُمّی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ہے۔''

یعنی میرا عذاب اور رحمت کسی خاص فرقہ پر مخصوص نہیں۔ سو عذاب تو اُسی کو ہے' جس کو میں (اللہ) چاہوں اور جہاں تک رحمت کا معاملہ ہے' تو یہ اگرچہ سب مخلوق کو شامل ہے' لیکن رحمت خاصہ جو تم طلب کر رہے ہو' یہ خاص ہے اُن صاحب ایمان لوگوں کے لئے ہے' جو تقویٰ اختیار کریں گے' زکوٰۃ ادا کریں گے اور رسول نبی اُمّی ﷺ کی پیروی اور اتباع کریں گے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاصہ کو امت محمدیہ ﷺ کے لئے خاص کیا ہے۔ لیکن اس میں بھی بہت اہم بات یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ کی رُو سے امت محمدیہ بھی رحمت خصوصی کی مستحق اسی صورت میں ہوگی جب آپ کی پیروی اور اتباع کرے گی۔

نبی اکرم ﷺ کے اتباع کی بجائے جو لوگ آپؐ کی تعلیمات سے بے اعتنائی برتیں گے' اللہ کی رحمتِ خاصہ کا وعدہ اُن سے نہیں بلکہ اللہ اور رسول ﷺ اور اُس کے دین سے بے وفائی کرنے والوں کے لئے ذلت و رسوائی کا عذاب ہو گا۔ آج امت مسلمہ بحیثیت مجموعی زبوں حالی کا شکار ہے اور قعر مذلت میں پڑی ہے' اس کی وجہ آپؐ کی پیروی اور اطاعت سے انحراف ہے۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں: ''آج مسلمانوں کی پستی و نکبت کا بہت بڑا سبب یہی ہے کہ حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی تقلید تو درکنار' ہم کو ان امور سے واقفیت تک نہیں ہوتی' جن کی تعلیم و تبلیغ میں سرکار ﷺ نے اپنی پوری زندگی صرف فرما دی۔ رونے اور ماتم کرنے کا مقام ہے کہ ہم دوسرے فلسفیوں اور مفکروں کے اقوال کو لائحہ زندگی بنانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ ان تمام مسائل پر جن کے لیے ہم دوسروں کے سامنے کاسۂ گدائی پھیلاتے ہیں' ہماری رہنمائی فرما گئے ہیں۔ اور آپ کے اعمال و اقوال ہماری تمام ظاہری و باطنی' دینی و دنیوی مشکلات کا صحیح حل پیش کر کے ہماری مشکل کشائی کے لیے تیار ہیں۔''

(بحوالہ: اقبال اور محبت رسول ﷺ ص 111,110)

مقام افسوس ہے کہ ہم دوسرے فلسفیوں اور مفکروں کے اقوال کو لائحہ زندگی بنانا چاہتے ہیں' حالانکہ آنحضرت ﷺ ان تمام مسائل پر جن کے لیے ہم دوسروں کے سامنے کاسۂ گدائی پھیلاتے ہیں' ہماری رہنمائی فرما گئے ہیں۔

بندہ مومن' صاحب فقر اور عاشق صادق کے سامنے صرف ایک ہی دستور العمل ہوتا ہے' اور وہ ہے آنحضرت ﷺ کا اسوۂ حسنہ۔ ایسا شخص اپنی ذات کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام ملت کے لیے موجب نجات ہوتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ بحیثیت امتی ہم آپؐ کے روشن اسوہ اور پاکیزہ تعلیمات کو دل و جان سے اختیار کریں۔

آپؐ کے جلیل القدر صحابہؓ نے آپ کا اتباع کیا۔ اس چیز کے سبب انہیں وہ قوت اور طاقت حاصل ہوئی کہ وہ دین حق کے غلبے کے لئے اپنے وقت کی دو سپر پاورز یعنی روم اور ایران سے ٹکرا گئے۔ اُن کی کوششوں سے اللہ کا دین دنیا کے بہت بڑے رقبے پر غالب آ گیا اور انہیں عزت و سربلندی حاصل ہوئی۔ اسلامی لشکر جہاں بھی جاتے وہ لوگوں کے سامنے دو آپشن رکھتے کہ دین قبول کر لو تو ہمارے بھائی بن جاؤ گے۔ اگر دین قبول نہیں کرتے' تو نہ کرو۔ تم پر کوئی جبر نہیں' لیکن اسلام کی حکمرانی تسلیم کر لو اور جزیہ دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ تلوار کرے گی۔

یہاں ایک اور بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے ہرگز نہیں پھیلا' جیسا کہ متعصب عیسائی پروپیگنڈا کرتے ہیں' تلوار تو اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے غلبے اور توسیع کے لئے استعمال ہوئی۔ یہ وہ تاریخی حقیقت ہے' جس سے کوئی بھی انصاف پسند انکار نہیں کر سکتا۔ خود عیسائیوں اور یہودیوں کے منصف مزاج دانشور اس کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔ یہودی صحافی' یوری ایونری جو اپنے غیر جانبدارانہ تجزیوں کی بنا پر اچھی شہرت رکھتے ہیں' انہوں نے حال ہی میں پوپ بینڈکٹ کی اس ہرزہ سرائی کے جواب میں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا' ایک مضمون لکھا ہے۔ اُس میں انہوں نے واضح طور پر کہا کہ اسلام کا تلوار کے زور سے پھیلنا بدترین افسانہ ہے۔ ہم یہاں اُن کے مضمون کا ایک طویل اقتباس پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

''قرآن میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے' (یعنی دوسروں کو جبر سے مسلمان بناؤ) ہاں' محمد ﷺ نے اپنے مخالف قبائل' یہودیوں' عیسائیوں اور عرب کی دیگر جماعتوں کے خلاف جنگ کا حکم دیا تھا۔ جب وہ اپنی ریاست (یعنی اسلامی مملکت) قائم کر رہے تھے' مگر اس کا مقصد بزور تلوار اسلام پھیلانا نہیں تھا —— مسیح کہتے ہیں کہ ''بیج اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔'' آیئے! دیکھیں اسلام کے بیج نے جو مسلمان پیدا کیے' کیا انہوں نے تلوار کے زور سے اپنی مفتوح قوموں سے اسلام قبول کروایا؟ جب وہ طاقت کے اعتبار سے اس پوزیشن میں تھے کہ وہ تلوار کے زور سے اپنی مرضی مسلط کر سکیں تو کیا اس وقت انہوں نے زبردستی اپنا مذہب پھیلایا؟ یقیناً اور بلاشبہ انہوں نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ مسلمانوں کی تاریخ اس جرم سے پاک ہے۔ مسلمانوں نے صدیوں یونان پر حکومت کی۔ کیا یونانی سب کے سب مسلمان ہو گئے؟ کیا کسی نے ان کو مسلمان بنانے کی کوشش بھی کی؟ بلکہ اس کے بالکل برخلاف عیسائی یونانیوں کو عثمانی حکومت میں بڑے بڑے عہدوں سے نوازا گیا۔ بلغاریہ' سربیا' رومانیہ اور یورپ کی دوسری قومیں ترکوں کے زیر اقتدار رہیں اور اپنی عیسائیت پر برقرار رہیں۔ کسی نے ان کو اسلام پر مجبور کیا؟ اگر بوسنیا اور البانیہ کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تو سب جانتے ہیں کہ یہ ان کا اپنا آزادانہ قومی انتخاب تھا —— 1099ء میں صلیبیوں نے یروشلم فتح کیا اور یہاں کے مسلمانوں اور یہودیوں کا قتل عام کیا۔ اس سے پہلے فلسطین 400 سال مسلمانوں کے قبضے میں رہ چکا تھا مگر اس کی اکثریت عیسائی باقی رہی۔ ان چار صدیوں میں ان پر اسلام کو مسلط کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

صلیبیوں کے وہاں سے نکالے جانے کے بعد وہاں کی اکثریت نے اسلام قبول کیا —— اسی طرح کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ یہودیوں پر اسلام تھوپا گیا ہو۔ سب جانتے ہیں کہ مسلم اسپین میں یہودیوں کو جو عروج نصیب ہوا' وہ تقریباً حالیہ دور تک ان کو کہیں نہیں حاصل ہوا۔ یہودا اور ہاوی جیسے یہودی شاعروں نے عربی میں اپنے فن کے شگوفے کھلائے۔ اسلامی اسپین میں یہودی وزیر بھی تھے' سائنٹسٹ بھی تھے اور شاعر بھی۔ مسلم طلیطلہ میں عیسائی' یہودی اور مسلمان دانشوروں نے مل کر قدیم یونانی فلسفے اور سائنس کی کتابوں کا عربی ترجمہ کیا۔ وہ انسانی تہذیب کا یقیناً سنہرا دور تھا۔ کیا ایسا ہو سکتا تھا' اگر محمد ﷺ نے ''اسلام کو تلوار سے پھیلانے'' اور غیر مسلم کو تلواروں کی نوک پر رکھنے کی تعلیم دی ہوتی؟ —— دوسری طرف عیسائی دنیا کا کیا حال رہا ہے' وہ تو مزید اس قابل ہے کہ اس کو کہا جائے اور سنایا جائے۔ عیسائیوں نے جب اسپین کو دوبارہ فتح کیا تو انہوں نے مذہبی دہشت گردی کی حکومت قائم کی۔ سنگدلانہ معاملے نے یہودیوں اور مسلمانوں کے سامنے صرف تین راستے تھے۔ یا عیسائی ہو جائیں یا سب ذبح کر دیئے جائیں یا ملک چھوڑ دیں۔ جن لاکھوں یہودیوں نے اپنا مذہب چھوڑنے سے انکار کیا' وہ کہاں گئے؟ انہوں نے ہجرت کی اور ان کو مسلم ملکوں میں کھلے دل سے خوش آمدید کہا گیا۔ Shephardi (اسپینی) یہودی مغرب میں مراکش سے لے کر مشرق میں عراق تک اور شمال میں بلغاریہ سے لے کر جنوب میں سوڈان تک کے مسلم علاقوں میں بس گئے۔ کہیں ان پر مذہبی جبر نہیں ہوا۔ ان کو کہیں نسل کشی' اجتماعی ہجرت' مذہبی جبر اور قتل و خونریزی جیسی ان چیزوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا جن کا سامنا ان کو تقریباً ہر عیسائی ملک میں کرنا پڑا۔ ہولوکاسٹ تو اس سلسلہ کی ایک کڑی تھی —— کیوں؟ اس لئے کہ قرآن کھل کر اہل کتاب کے ساتھ اچھے سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔ ہر ایماندار یہودی جو اپنی قوم کی تاریخ سے واقف ہے' وہ اپنے آپ کو دل کے خلوص کے ساتھ اسلام کا احسان مند مانے گا' جس اسلام نے یہودیوں کو پچاس نسلوں تک تحفظ دیا جبکہ عیسائی دنیا نے ان پر لگاتار ظلم کیا اور ایذا رسانی کے تحت رکھا اور بار بار کوشش کی کہ ان کو ''تلوار کے ذریعہ'' اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور کر دیں —— بہرحال اسلام کا ''تلوار سے پھیلنا'' ایک بدترین افسانہ ہے' جو ان جھوٹی داستانوں میں سے ہے جو یورپ نے مسلمانوں کے ساتھ جنگوں کے زمانے میں گھڑی تھیں۔''

(بحوالہ مجلۃ الدعوۃ مارچ 2007ء)

(جاری ہے)

✿✿✿✿✿✿✿

بقیہ: کالم آف دی ویک

کو بھی وفاؤں کا ویسا ہی صلہ دے گا' جیسا وہ ان کے پیشروؤں کو دے چکا ہے۔

کچھ عرصہ قبل ایک بین الاقوامی نشریاتی ادارے کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں صدر بش نے صاف الفاظ میں کہا کہ اگر انٹیلی جنس کی ٹھوس اطلاعات سے یہ ظاہر ہوا کہ القاعدہ کے رہنما پاکستان میں موجود ہیں تو ان کی ہلاکت یا گرفتاری کے لئے امریکی مسلح افواج پاکستان میں داخل ہو جائیں گی۔ ہمیں بصد افسوس یہ اعتراف کرنا پڑ رہا ہے کہ بش نے جو کچھ کہا' گزشتہ دنوں امریکی فوجوں نے اس کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔ وہ بغیر کسی رسمی اطلاع یا اجازت پاکستانی سرحدوں کے اندر گھس آئیں اور پاکستان کی آزادی اور خودمختاری کے پرزے اڑا دیئے۔ اس پر طرفہ ستم یہ کہ حکومت پاکستان کے احتجاج پر معذرت کا اظہار کرنے کے بجائے ایک امریکی جنرل نے آئندہ بھی اس نوع کے اقدامات کا کھلم کھلا اعلان کر دیا۔ امریکی صدر کے بیان اور امریکی فوج کے اقدام کے بعد اس امر میں یقین کئے بغیر چارہ نہیں ہے کہ ایسی صورتحال میں پاکستان کی حاکمیت اعلیٰ کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ صدر پرویز مشرف نے ایک نیوز بریفنگ میں زور دے کر یہ بات کہی ہے کہ اسامہ بن لادن کو ہلاک یا گرفتار کرنے کے لئے امریکی افواج کو پاکستان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہ پہلا موقع ہے کہ صدر بش اور صدر پرویز کے درمیان ایک ایسے نکتے پر اختلاف رائے پیدا ہو گیا ہے جو دونوں کے لئے Point of no return ثابت ہو سکتا ہے۔ ایسی صورتحال شاید امریکہ کے لئے ناقابل برداشت ہو۔

تیسری دنیا کے حوالے سے امریکہ کی سیاسی حکمت عملی واضح ہے اور مسلم ممالک کے تعلق سے واضح تر ہے۔ امریکہ جس کسی ملک کے سر سے دست شفقت کھینچ لیتا ہے تو وہاں اس نوع کے سیاسی' معاشی یا قانونی و آئینی بحران پیدا کر دیتا ہے کہ حکمران و عوام دونوں طبقات پر عرصہ حیات تنگ ہو جاتا ہے۔ چونکہ عوام کو ختم کرنا ممکن نہیں لہٰذا حالات کو ایسے رخ پر ڈال دیا جاتا ہے کہ عوام ہی حکمرانوں کا بوریا بستر گول کر دیتے ہیں۔ پاکستان ایسی صورتحال سے کئی بار گزر چکا ہے۔ آج فوج اور عدلیہ کے درمیان جو Tug of war جاری ہے' اس کی نوعیت ماضی کے بحران سے مختلف نہیں ہے۔ پاکستان کے پیش نظر مخدوش حالات ان حالیہ ملاقاتوں کا بھی شاخسانہ ہو سکتے ہیں جو صدر مشرف کی یکے بعد دیگرے امریکی وزیر دفاع گیٹس اور امریکی نائب صدر ڈک چینی سے ہوئی ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

✿✿✿✿✿

ہفت روزہ

مبتدی و ملتزم تربیت گاہیں

بمقام: مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور

22 اپریل (بروز اتوار نماز عصر) تا 28 اپریل (بروز ہفتہ) 2007ء منعقد ہو رہی ہیں۔ (ان شاء اللہ)

زیادہ سے زیادہ مبتدی و ملتزم رفقاء ان میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت' تنظیم اسلامی

رابطہ: 0321-7061586 6366638 042-6316638

سنگِ مرمر پہ چلوگے تو پھسل جاؤ گے

کامران بن زاہد اعوان

پاکستان میں آج ہر طرف معاشی خوشحالی ہے۔ ہر دوسرے شخص کے ہاتھ میں موبائل فون ہے۔ غربت تیزی سے ختم ہو رہی ہے۔ ملک میں روشنیاں ہی روشنیاں ہیں۔ خوشی کے تہوار منائے جا رہے ہیں۔ آج اقوام عالم میں ہمارا سر فخر سے بلند ہے۔ ہمسایہ ممالک ہمیں عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہمارے ملک میں صحافت اور میڈیا آزاد ہے۔ سماجی آزادی ہے۔ اقدار محفوظ ہیں۔ فرد آسودہ ہے۔ عورتوں کو ان کے حقوق مل رہے ہیں۔ عدل و انصاف کا بول بالا ہے۔ جمہوریت پنپ رہی ہے۔ سڑکوں پر مرد اور عورتیں بلاخوف وخطر دوڑ رہے ہیں۔ فضاؤں میں بوکاٹا کا شور ہے اور بہار کا سماں ہے۔ اور یہ سب اس لئے ہے کہ میں ایک لبرل اور ماڈریٹ مسلمان ہوں۔ میں روشن خیال ہوں۔ میں جدت پسند اور ترقی پسند ہوں۔ میں نے ملاؤں کی اسلام اسلام کی رٹ مسترد کی ہے۔ میں نے فحاشی وعریانی اور ناچ گانے کو برا کہنے والوں کو مسترد کیا ہے۔ میں ملک اور قوم کے وسیع تر مفاد میں ملک میں اہم تبدیلیاں لا رہا ہوں۔ میں اپنی قوم کو خاک سے اٹھا کر سنگ مرمر پر چلا رہا ہوں۔ یہ سب اس لئے ممکن ہوا کہ ہم نے مشرقی فرسودہ روایات کو مسترد کر دیا ہے۔ مغربی معاشی، معاشرتی اور سیاسی نظام رائج کرنے کی سعی پیہم کر رہے ہیں۔

صدر پاکستان اپنی تقریروں اور خطابات میں کچھ اسی قسم کے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہی نہیں صدر مملکت اور وزیراعظم پاکستان کے زیر سایہ اعداد و شمار کے جادوگر بھی قوم کو خوشحالی، ترقی کے کرتب دکھا رہے ہیں۔ قریب تھا کہ میں بھی ان کو سچ مان لیتا۔

میں مان لیتا کہ غربت ختم ہو رہی ہے، اگر پچھلے 3 ماہ میں 59 افراد کو غربت کی بھینٹ چڑھ کر موت کی سولیوں پر لٹکتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا۔ پنجاب کے فاروق کو اپنے بچے اور اوکاڑہ کے محمد صدیق کو اپنی بیوی کا گردہ بیچ کر اپنی سانسیں جاری رکھنے کی جدوجہد کرتے نہ دیکھا ہوتا۔ میں مان لیتا کہ اقوام عالم میں ہمارا سر فخر سے بلند ہے اگر میں نے امریکن ایمبیسی کے باہر ہر ہفتے 4100 افراد کو ویزے کی درخواستیں جمع کراتے ہوئے اور ان میں سے 4095 افراد کو فقیروں کی طرح دھتکار دیئے جانے کا منظر نہ دیکھا ہوتا۔

میں مان لیتا کہ ملک میں امن وامان قائم ہے اور عوام کو کوئی خطرہ نہیں، اگر پاکستان کی سڑکوں سے 3 ماہ میں 60000 موبائل فون چھین لیئے جانے کے مناظر نہ دیکھے ہوتے۔

میں مان لیتا کہ غربت ختم ہو رہی ہے، اگر پنجاب کے فاروق کو اپنے بچے اور اوکاڑہ کے محمد صدیق کو اپنی بیوی کا گردہ بیچ کر اپنی سانسیں جاری رکھنے کی جدوجہد کرتے نہ دیکھا ہوتا۔

میں مان لیتا کہ عورتوں کو حقوق مل رہے ہیں، اگر میں نے صرف بڑے بڑے شہروں کے رنگین بازاروں میں روزانہ ہزاروں عصمتیں بکتے ہوئے نہ دیکھی ہوتیں۔

میں مان لیتا ہمسایہ ممالک کی قدردانی وعزت افزائی، اگر میرے کان کشمیر کے اٹوٹ انگ ہونے کی رٹ اور طالبان کے حامی ہونے ''دہشت گردوں'' کی حمایت کرنے اور کشمیر میں دراندازی کے الزامات سن سن کر پک نہ گئے ہوتے۔ اگر سمجھوتہ ایکسپریس کی بوگیوں میں جما ہوا خون، فضا میں پھیلی ہوئی انسانی لاشوں کی بو، بکھرے ہوئے انسانی اعضاء اور اس پر ان 67 افراد کی ماؤں کی آہیں اور ان کے دل دہلا دینے والی بددعائیں نہ سنی ہوتیں۔

میں مان لیتا کہ ہر طرف جشن بہاراں ہے۔ پھول ہیں، چمن میں جواں بہار ہے اگر اسی جشن کی بھینٹ چڑھ جانے والے 21 افراد کے تڑپتے ہوئے لاشے نہ دیکھے ہوتے۔ اسی دن قاتل ڈوروں کو 18 سے زائد بچے چٹ کرتے نہ دیکھا ہوتا۔

اور میں یہ بھی مان لیتا کہ چلو یہ سب کرنے کے بعد اپنی غیرت، اپنی حمیت اور اپنی عزت وعفت حکمرانوں کے آقا کے ہاتھوں پامال کروا لینے کے بعد ان کا آقا خوش ہے۔ اگر 25 فروری 2007ء کو امریکی بحری بیڑے کو پاکستان کی سرحد پر لنگر انداز ہوتے نہ دیکھا ہوتا۔ اگر محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر کے ساتھ پچھلے تین سالوں سے اشتہاری مجرم کا سا سلوک ہوتے نہ دیکھا ہوتا۔

جرائم کی بڑھتی ہوئی شرح، غربت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر، قتل اور اغواء کی وارداتوں میں تیزی سے ہوتا اضافہ، افلاس کی منہ چڑاتی ہوئی شرح...... خودکشیاں...... ع
کہاں تک سنو گے کہاں تک سنائیں۔

قارئین! یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو حکمران بھی اپنے دین، اپنے اسلاف، اپنی اقدار سے ہٹ کر سنگ مرمر پر چلا، وہ نہ صرف یہ کہ پھسل بلکہ منہ کے بل ایسا گرا کہ رہتی دنیا تک بدنام رہا، چاہے وہ غرناطہ کا عبداللہ ہو یا خوارزم کا عبداللہ شاہ خوارزمی، چاہے وہ بغداد کا معتصم باللہ ہو یا ترکی کا کمال اتاترک اور چاہے وہ ہندوستان کا بہادر شاہ ظفر ہو یا پاکستان کا پرویز مشرف!

کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم تاریخ کے ہاتھوں معاف کر دیے جانے کی آس بے کار میں مادیت کے سراب کے پیچھے اس سنگ مرمر پر اندھا دھند بھاگے چلے جا رہے ہیں۔

اے مسلمانو! اگر تم اہل عقل وخرد ہو، بہ ہوش وحواس ہو تو جاگو! سنگ مرمر پر چلنا اور سونے کے محلات کے خواب دیکھنا چھوڑ دو۔ اٹھو اور اس نام نہاد روشن خیالی کے سامنے یوں ڈٹ جاؤ کہ اس کے علمبرداروں پر لرزہ طاری ہو جائے اور اس پر کھڑے ایوانوں میں زلزلہ آ جائے۔ اٹھو! اپنے فرائض کی ادائیگی میں لگ جاؤ۔ اٹھو! پاکستان کو اسلام کا گہوارہ بنا دو۔ اپنی روایات پر فخر کرو، اپنی ثقافت اور اپنی تہذیب کو اپنانے ہی میں تمہاری بقا کا راز مضمر ہے۔

اپنی مٹی ہی پہ چلنے کا سلیقہ سیکھو
سنگ مرمر پہ چلو گے تو پھسل جاؤ گے

وضو اور جدید سائنس

انجینئر محمد سعید اقبال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (سورۃ المائدہ:6)

''اے ایمان والو! جب تم نماز ادا کرنے کے لئے اُٹھو تو اپنے چہرے اور اپنے بازوں کو کہنیوں تک دھولو۔ اور مسح کرو اپنے سروں پر اور دھولو اپنے پاؤں ٹخنوں تک۔''

قرآن کے بہت سے حیرت انگیز حقائق سے یہاں ایک عظیم حقیقت (نسخہ) کا بیان کیا جارہا ہے۔ ایک دن آئے گا جب غیر مسلم بھی اس طہارت یا وضو کی نقل کریں گے جس کی برکات سے استفادہ ہم پچھلی چودہ صدیوں سے کررہے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک صحابیؓ نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ حوض کوثر پر آپ ہمیں کیسے پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میرے پاس آؤ گے۔ تمہارے وہ اعضاء چمک رہے ہوں گے جو وضو میں دھوئے جاتے ہیں۔ اور یہ نشانی تمہارے سوا کسی اور اُمت کی نہیں ہوگی۔'' (صحیح مسلم)

وضو سے جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں سے نجات:

سائنسی تجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نباتات، جمادات، حیوانات اور انسانی زندگی ایک برقی نظام کے تحت رواں دواں ہے۔ انسانی جسم سے حاصل ہونے والی بجلی ایک ٹارچ یا جیبی ریڈیو چلانے کے لئے کافی ہے۔ قدرت کا یہ عجیب سربستہ راز ہے کہ انسان کے اندر بجلی پیدا ہوتی رہتی ہے اور پورے جسم میں دورہ کر کے پیروں کے ذریعے ارتھ (Earth) ہو جاتی ہے۔ نماز کے لئے جو شخص وضو کرتا ہے تو روشنیوں کا بہاؤ عام ڈگر سے ہٹ کر اپنی رو (بہاؤ) تبدیل کر لیتا ہے۔ وضو کے ساتھ ہمارے اعضاء سے برقی رو ئیں نکلنے لگتی ہیں۔ اور اس عمل سے جسمانی اعضاء کو ایک نئی طاقت اور قوت حاصل ہوتی ہے۔

ہاتھ دھونا:

1۔ ہاتھ دھونے سے ہاتھ پر موجود جراثیم اور گندگی دور ہوتی ہے۔

2۔ انسان بہت سی پیٹ کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ چونکہ انسان ہر چیز اپنے ہاتھوں سے ہی کھاتا ہے' لہٰذا ہاتھوں کی صفائی ہر قسم کے جراثیم سے چھٹکارا دلاتی ہے۔

3۔ پرانے مسلمان اطباء اور حکماء کا کہنا ہے کہ جسم کے جس حصے کو وافر خون ملتا رہے گا وہ حصہ طاقتور ہوتا جائے گا۔ رب رحمٰن نے وضو میں تین مرتبہ ہاتھ دھونے کا حکم اس لئے دیا کہ وافر پانی گزرنے سے وہاں پر بدن کی قوت مدبرہ اور حس بیدار ہو' کیونکہ جب ٹھنڈا پانی وہاں پڑے گا تو زیادہ سے زیادہ خون پانی کے جھٹکے کا مقابلہ کرنے کے لئے آنا شروع ہوگا' یوں تین مرتبہ ہاتھوں کو غسل دینے سے نہ صرف ان کا میل کچیل دور ہوگا بلکہ وافر خون کی آمد سے وہ مضبوط اور خوبصورت ہوں گے۔

4۔ انگلیوں کے پوروں سے نکلنے والی شعاعیں ایسا حلقہ بنا لیتی ہیں جس سے اندرونی برقی رو کا نظام تیز ہو جاتا ہے۔ اس عمل سے ہاتھ خوبصورت اور نورانی ہو جاتے ہیں۔

کلی کرنا:

کلی کرنے سے منہ کی صفائی ہوتی ہے' بدبو دور ہو جاتی ہے۔ دانتوں اور مسوڑھوں کے ساتھ چپٹے ہوئے غذا کے ذرات دھل جاتے ہیں اور خاص طور پر دانتوں کی بیماری پائیوریا جس نے آج پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے' دن میں پندرہ مرتبہ کلی کرنے والے اس بیماری سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔

ناک میں پانی ڈالنا:

ناک سانس لینے کا واحد فطری راستہ ہے اور جس ہوا میں ہم سانس لیتے ہیں اس کے اندر بے شمار امراض پھلتے پھولتے رہتے ہیں جو ناک کے راستے جسم انسانی میں با سانی داخل ہو جاتے ہیں۔ اب اگر یہی جراثیم' دھول' گرد و غبار جو ہر وقت ہماری ناک میں سانس کے ذریعے پہنچتی رہتی ہے' صبح سے شام تک پہنچتی رہے تو بہت سے امراض کا باعث بن سکتی ہے جبکہ ناک میں پانی ڈالنے سے ناک کی صفائی ہو جاتی ہے۔ ناک کی منجمد بلغمی رطوبتیں رفع ہوتی ہیں جس سے سانس لینے میں آسانی رہتی ہے۔ ناک میں پانی ڈالنے سے دماغ بھی تروتازہ ہو جاتا ہے' آواز کی گہرائی اور سہانا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ دائمی نزلہ اور ناک کے زخم کے مریضوں کے لئے ناک کا یہ غسل بہت مفید اور مجرب ہے۔ ماہرین ہائیڈرو پیتھی (یعنی پانی سے علاج کے ماہرین) کے نزدیک ناک میں پانی ڈالنا بصارت کو بھی تیز کرتا ہے۔ 1993ء میں ہندوستان میں جذام (Leprosy) کے متعلق کی جانے والی جدید سروے رپورٹ کے مطابق جذام کے جراثیم (Lepra) سب سے پہلے ناک ہی کو اپنا مسکن بناتے ہیں۔ وضو میں ناک کی صفائی کی خصوصی تاکید کی گئی ہے' جس پر مسلمان دن میں پندرہ بار (نماز کے لئے) عمل کرتے ہیں۔

چہرہ دھونا:

وضو کرتے وقت چہرہ دھونے سے بھنویں پانی سے تر ہو جاتی ہیں اور میڈیکل کے اصول کے مطابق بھنویں تر کرنے سے آنکھوں کے ایک ایسے مرض کے امکانات کم ہو جاتے ہیں جس میں آنکھ کے اندر رطوبت زجاجیہ کم یا ختم ہو جاتی ہے اور مریض آہستہ آہستہ بصارت سے محروم ہو جاتا ہے۔ چہرہ دھونے سے چہرے کے زیریں جلد غدودوں پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ناک اور سانس کی بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے۔ ایک چینی محقق آئیو نیکو کی تحقیق کے مطابق چہرہ دھونے سے پیٹ' چھوٹی آنت' سینہ' بڑی آنت وغیرہ پر بھی اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں' جس کی بدولت آشوب چشم' چکرآنا' کمزوری' دانتوں کی کمزوری' سردرد' تھکاوٹ' اسہال اور گھبراہٹ وغیرہ میں نمایاں کمی ہوتی ہے۔ چہرے کے عضلات میں چمک اور جلد میں نرمی اور لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔ گرد و غبار صاف ہو کر چہرہ بارونق' پُرکشش اور بارعب ہو جاتا ہے۔ دوران خون کم و بیش ہو کر اعتدال کی شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ آنکھوں کے عضلات کو تقویت پہنچتی ہے۔ چمک غالب آ جاتی ہے۔ آنکھیں پُرکشش' خوبصورت اور پُرخمار ہو جاتی ہے۔ چہرے پر تین بار ہاتھ پھیرنے سے دماغ بھی پُرسکون ہو جاتا ہے۔

کہنیوں تک ہاتھ دھونا:

فن سرجری و جراحی کے ماہرین دل' جگر اور جلدی بیماریوں کے رفع کرنے اور ''تصفیہ خون'' کے لئے ''اکحل رگ'' جس کا ایک نام ''نہر البدن'' بھی ہے' سے خون نکالنا تجویز کرتے ہیں اور کہنی کے برابر اسی رگ پر نشتر لگا کر خون نکالا کرتے ہیں۔ کیونکہ اس جگہ یہ رگ ظاہر بھی ہوتی ہے اور باہر بھی۔ نیز دل و جگر کے ساتھ ساتھ اس کا اثر سارے بدن پر بھی حاوی ہوتا ہے۔ پس ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا اس لئے مقرر ہوا کہ اس بنیادی رگ ''نہر البدن'' کے ذریعے پانی کے مثبت اثرات پورے بدن میں نفوذ کر جائیں۔ اس طرح کہنیوں تک ہاتھ دھونے سے نہ صرف جسمانی بیماریوں میں افاقہ ہوتا ہے' بلکہ نفسیاتی بیماریوں مثلاً ذہن میں ناپاک خیالات کا اجتماع' ناامیدی' ذہنی کمزوری' بے جا خوف وغیرہ میں بھی نمایاں کمی واقع ہوتی ہے۔ اس عمل سے آدمی کا تعلق براہ راست سینے کے اندر ذخیرہ شدہ روشنیوں سے قائم ہو جاتا ہے اور اس نور کا ہجوم ایک بہاؤ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس طرح ہاتھ دھونے سے ہاتھوں کے عضلات پاک مضبوط اور طاقتور بن جاتے ہیں۔

سر کا مسح:

سر پر گیلا ہاتھ پھیرنے سے بالوں پر چڑھا ہوا گرد وغبار صاف ہو جاتا ہے۔ یوں دن میں پانچ مرتبہ دماغ کو ہلکی ٹھنڈک کا غسل دینے سے کھوپڑی کے اندر ڈھکے ہوئے دماغ کو تسکین ملتی ہے۔ سر انسان کے تمام اعضاء میں نہ صرف سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے بلکہ تمام افعال کا تعلق بھی دماغ سے ہی ہوتا ہے۔ وضو سے دماغ میں ارتعاشات (تحریکات) Vibrations طاقتور ہونے لگتی ہیں۔ سر کے مسح سے چکر‘ زکام‘ نیند کی کمی وغیرہ میں افاقہ ہوتا ہے۔ سر کے بال انسان کے لئے انڈر انٹینا کا کام کرتے ہیں۔ آدمی کا دماغ اطلاعات کا خزینہ ہے۔

غور فرمائیے! وضو میں سر کے مسح کے وقت ہمارا ذہن اپنے خالق کی ذات میں مرکوز ہو جاتا ہے‘ تو سر کا ہر بال ہر کثافت ومحرومی اور اللہ سے دوری کے خلاف اپنے مصدر اطلاعات کی طرف رجوع کرتا ہے۔

کانوں کا مسح:

وضو میں گردن کا مسح کرنے سے جسم کو ایک خاص توانائی نصیب ہوتی ہے جس کا تعلق ریڑھ کی ہڈی کے اندر حرام مغز اور تمام جسمانی جوڑوں سے ہے۔ کیونکہ جب کوئی نمازی گردن کا مسح کرتا ہے تو ہاتھوں کے ذریعے برقی رو نکل کر حبل الورید "Spinal Cord" میں ذخیرہ ہو جاتی ہے اور ریڑھ کی ہڈی سے گزرتے ہوئے جسم کے پورے اعصابی نظام کو توانائی بخشتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ وہی حبل الورید Jugular Vein ہے جس کو ’’رگ جان‘‘ بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’میں رگ جان سے زیادہ قریب ہوں۔‘‘ گردن کا مسح کرنے سے بڑھاپے میں رعشہ (سر ہلتے رہنے) کی شکایت نہیں ہوتی کیونکہ جہاں گردن کا مسح کیا جاتا ہے وہیں میڈولا ہوتا ہے‘ پانی سے تر ہاتھ لگنے سے وہاں خون کی گردش تیز ہو جاتی ہے اور میڈولا میں لچک برقرار رہتی ہے۔ گردن اور کانوں کی پشت پر ٹھنڈا ہاتھ پھیرنے سے ان کے اعصاب مضبوط ہوتے ہیں اور تھکان دور ہوتی ہے۔ گردن کا مسح کرنے سے لو لگنا (Sun Stroke) اور گردن توڑ بخار کا خاتمہ ہوتا ہے۔ چونکہ انسان کے دماغ سے سگنل پورے جسم میں جاتے ہیں جس سے ہمارے تمام اعضاء کام کرتے ہیں‘ لہٰذا دماغ سے بہت سی باریک Conductor بن کر آ رہی ہیں‘ جو ہماری گردن کی پشت سے ہوتی ہوئی پورے جسم کو جاتی ہیں‘ جسم کے اس حصے کے خشک رہنے کی وجہ سے بعض اوقات ان رگوں میں خشکی Condensations پیدا ہو جاتی ہے جس سے بہت سی جسمانی اور نفسیاتی پیچیدگیاں جنم لیتی ہیں۔ لہٰذا ماہرین کی رائے میں دن کے مختلف اوقات میں گردن کی پشت کو متعدد بار تر کیا جانا چاہیے۔

پاؤں دھونا:

چونکہ پاؤں اکثر ٹخنوں تک ننگے رہتے ہیں اور گرد وغبار پڑتا رہتا ہے‘ لہٰذا پاؤں دھونے سے پاؤں صاف ہو جاتے ہیں۔ ان کا میل کچیل ڈھل جاتا ہے۔ اگر پاؤں پر موزے پہنے ہوں تو ایسے میں اکثر بند جوتے استعمال کئے جاتے ہیں جن کو زیادہ دیر اگر استعمال کیا جائے تو عفونت یا سٹرانڈ پیدا ہوتی ہے اور بعض اوقات پاؤں پک بھی جاتے ہیں۔ ایسے میں پاؤں دھونا ان مسائل سے بچنے کا بہترین طریقہ ہے۔ ہتھیلیوں کی طرح پاؤں کے تلووں کا بھی تمام اعصاب خاص طور پر پیٹ‘ مثانہ‘ گردے‘ تلی‘ پتے اور جگر سے تعلق ہوتا ہے جبکہ تمام غدود سے تعلق بھی ہوتا ہے جس کی بدولت پاؤں کا دھونا بھوک کی کمی‘ تیز بخار‘ اسہال‘ نکسیر‘ عرق النساء‘ بواسیر اور یرقان وغیرہ میں شفایابی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ ہم یہ پڑھ چکے ہیں کہ دماغ قبول اطلاعات کا مرکز ہے اور یہ اطلاعات عصبی برقی لہروں کے ذریعے منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ اطلاع کی ہر لہر اپنا وجود رکھتی ہے اور وجود کا مطلب متحرک رہنا ہے۔ قانون قدرت ہے کہ روشنی‘ ہوا یا پانی کے لئے بہاؤ ضروری ہے اور کسی بہاؤ کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مظہر بنے اور خرچ ہو۔ اس لئے جب کوئی نمازی پیر دھوتا ہے تو زائد روشنیوں (محرکات) کا ہجوم پیروں کے ذریعے (Earth) ہونے سے جسم کو اعتدال پر رکھتا ہے۔

وضو اچھی صحت کا بہترین نسخہ:

ترک ڈاکٹر ہوک نورن باقی اپنی معرکہ آرا کتاب ’’قرآنی آیات اور سائنسی حقائق‘‘ میں لکھتے ہیں کہ:

’’ایک دن آئے گا جبکہ غیر مسلم بھی اسلامی طہارت یا وضو کی‘ ان کے حیرت انگیز فوائد اور حقائق کی بنیاد پر ضرور نقل کریں گے جن کی برکات سے ہم مسلمان احساس کیے بغیر چودہ صدیوں سے استفادہ کرتے آ رہے ہیں۔‘‘

قیمتی مشورے:

1۔ انسان وضو کے علاوہ بھی چہرہ پانی سے دھوتا رہتا ہے اور تولئے سے چہرہ خشک بھی کرتا ہے‘ مگر فطری طور پر چہرہ کو تولئے سے اوپر سے نیچے کی طرف کو خشک کرتا ہے‘ جس سے چہرہ ڈھلک جاتا ہے اور بڑھاپے کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ جب چہرہ کو خشک کرنا مقصود ہو تو نیچے سے اوپر کو ہاتھ چلائیں۔ ایک تو چہرہ ڈھلکے گا نہیں‘ اور دوسرے چہرے کی ورزش ہوگی‘ اور آپ ہشاش بشاش نظر آئیں گے‘ اور چہرے پر اللہ کے نور کی چمک بھی نظر آئے گی۔

2۔ وضو کرنے سے انسان پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو ہر وقت باوضو رہنا چاہیے۔ اور ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہنا چاہیے۔ جیسا کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ کرتے تھے۔ اور ہر وقت کثرت سے استغفر اللہ پڑھتے رہتے تھے۔

3۔ آپؐ نے ساری عمر مسواک کا استعمال کیا اور یہی تلقین اپنے صحابہؓ کو بھی کی۔ اس لئے کوشش کرکے سنت نبوی ﷺ کی اتباع میں مسواک استعمال کریں۔ بصورت دیگر ٹوتھ برش کا پانچ دفعہ استعمال آپ کے دانتوں کو کوئی بیماری لگنے نہیں دے گا۔

مرسلہ: سلمان ایثار

بانیٔ تنظیم اسلامی‘ صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن

ڈاکٹر اسرار احمد

کا اہم خطاب

قائداعظم اور علامہ اقبال کا نظریہ پاکستان

1DVD یا 2VCDs

یوم پاکستان کے حوالے سے خصوصی رعایت

2VCDs	1DVD	مع
-/65 روپے	-/75 روپے	ڈاک خرچ

بذریعہ منی آرڈر ڈاک ٹکٹ ارسال کرکے طلب فرمائیں۔

مکتبہ خدام القرآن لاہور: 36۔ کے‘ ماڈل ٹاؤن لاہور‘ فون: 3-5869501

ترکوں پر اسلام کے اثرات

سید قاسم محمود

20 اپریل 1924ء کے آئین کے بعد سے ترکی ایک جمہوری سلطنت بن گیا۔ مصطفیٰ کمال پاشا اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ قسطنطنیہ کی جگہ دارالحکومت اب انقرہ بن گیا۔ مجلس ملی کبیر نے قانون سازی میں خاصی سرگرمی اور مستعدی دکھائی۔ مارچ 1924ء میں خلافت منسوخ کر دینے کے بعد حکمرانوں نے ملک کو سیکولرازم کی راہ پر لگا دیا۔ نہ کوئی شیخ الاسلام رہا' نہ وزیر اوقاف۔ ستمبر 1925ء میں صوفیوں کے مختلف سلسلوں کے تکیے بند کر دیے گئے۔ مقبول مذہبی عقائد کی سخت مخالفت کی گئی۔ ترکی ٹوپی کا استعمال ممنوع قرار پایا۔ لاطینی حروف کو سرکاری طور پر رائج کیا گیا اور 1928ء سے عربی زبان اور اس کا رسم الخط ترک کر دیا گیا اور مذہب اور مذہب پسندوں کی ہر سطح پر مخالفت کی گئی۔

قسطنطنیہ سے استنبول تک

شہر استنبول تقریباً پانچ سو سال تک خلافتِ اسلامی کا مستقر رہا اور دنیائے اسلام کی قیادت کرتا رہا۔ یہ شہر آستانہ علیا' درسعادت اور اسلامبول کے ناموں سے معروف رہا تھا۔ خلافتِ عثمانیہ کے دور میں اسلامی تمدن و ثقافت کا سب سے بڑا مرکز یہی شہر تھا۔ اس کا پہلا نام قسطنطنیہ تھا جسے بزنطی عیسائی بادشاہ قسطنطینِ اعظم نے 11 مئی 330ء کو فتح کرنے کے بعد سلطنت شرقیہ (مشرقی رومن ایمپائر) کا صدر مقام بنایا اور جس کا نیا نام فاتح بادشاہ کے نام پر رکھا گیا۔ عربوں کے ہاں بھی قسطنطنیہ کے نام سے معروف تھا' اگرچہ وہ اس کے قدیم نام بوزنطیہ سے بھی واقف تھے۔ اس مشہور و مستند حدیث نبوی ﷺ میں فتح روم و قسطنطنیہ کی بشارت دی گئی ہے۔

''تم قسطنطنیہ کو ضرور فتح کرو گے۔ رحمت ہو اس بادشاہ اور اس لشکر پر جس کے ہاتھوں یہ فتح نصیب ہو۔''

(مسلم شریف' سنن ابوداؤد' جامع ترمذی' مسند احمد)

چنانچہ بنوامیہ نے اپنے دورِ حکومت میں اس مقدس فریضے کی انجام دہی کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ سب سے پہلے یکم ستمبر 653ء کو طرابلس الشام میں جہازوں کا ایک بیڑہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کے لیے تیار کیا گیا' جس نے بسر بن ابی ارطاۃؓ کی قیادت میں یونانی بیڑے کو شکست دی' لیکن قسطنطنیہ تک اس کی پہنچ نہ ہو سکی۔ اسی وقت حضرت امیر معاویہؓ نے خشکی کے راستے بھی بوزنطی حکومت پر حملہ کیا تھا۔ 664ء میں عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید نے حملہ کیا جو برغمہ تک بڑھتے چلے گئے۔ بعد کے برسوں کے دوران فضالہ بن عبید چالیڈن تک پہنچ گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے یزید بن معاویہؓ کو روانہ کیا گیا۔ عرب اپریل سے دسمبر 672ء تک شہر پر حملے کرتے رہے۔ انہوں نے سردی کا موسم سزی کس میں گزارا اور اس کے بعد موسم بہار میں پھر نئے حملے شروع کر دیئے' یہاں تک کہ سات برسوں کی کوشش کے بعد انہیں واپس ہونا پڑا۔

> مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں: ''ترکوں کی معاشرت میں مجھے جو چیز سب سے زیادہ پسند ہے' وہ یہ کہ باوجود نفاست پسندی اور عالی دماغی کے' فضول شان و شوکت کا نام نہیں۔ بڑے بڑے وزراء و امراء بازار میں نکلتے ہیں تو معمولی حیثیت سے نکلتے ہیں

بیڑے کا ایک بڑا حصہ آتش یونانی سے فنا ہو گیا۔ اس معاصرے کے دوران صحابیٔ رسول حضرت ابوایوب انصاریؓ کی شہادت ہوئی اور قسطنطنیہ کی فصیل کے قریب دفن کیے گئے۔ سلطان محمد فاتح کے محاصرے کے زمانے میں آق شمس الدین نے آپؓ کی قبر دریافت کی اور 1458ء میں سلطان نے اسی مقام پر مسجد تعمیر کرائی۔

اُموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک اکتوبر 715ء میں تخت نشین ہوا تو اس نے قسطنطنیہ کے خلاف ایک بڑی مہم کی تیاری کی۔ اس لشکر کا سالار سلیمان کا بھائی مسلمہ تھا۔ اس لشکر میں محاصرے کے لیے توپیں بھی موجود تھیں۔ مسلمہ نے ایشیائے کوچک سے گزر کر درۂ دانیال کو ابیڈوس کے قریب سے عبور کیا اور قسطنطنیہ کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ ایک سال تک محاصرہ جاری رہا۔ آخر کار بلغاروں کے حملے اور سامانِ رسد کی کمی کی وجہ سے اسے ناکام واپس ہونا پڑا۔ عباسی خلیفہ المہدی کے فرزند ہارون نے بھی فتح قسطنطنیہ کا ارادہ کیا۔ وہ اپنے لشکر کے ہمراہ قسطنطنیہ کے قریب خیمہ زن ہو گیا' لیکن ملکہ آئرین نے' جو اپنے بیٹے قسطنطین کی نائب تھی' فوراً صلح کر لی اور خراج ادا کرنا منظور لیا۔

عربوں کے آخری حملے کے چھ سو سال بعد عثمانی ترکوں نے قسطنطنیہ کی تسخیر کا منصوبہ بنایا۔ بایزید اول نے 1396ء میں اس شہر کا محاصرہ کیا' لیکن چند ماہ کے بعد جسمنڈ اول کی قیادت میں فرانس اور ہنگری کی مزید فوجی کمک کی خبر سن کر محاصرہ اٹھا لیا۔ مراد ثانی نے اپنے دورِ حکومت میں اس شہر کا محاصرہ کیا' لیکن 1422ء میں جون سے ستمبر تک اس کے تمام حملے بے سُود ثابت ہوئے۔ بعد میں باہم صلح ہو گئی جو سلطان کی وفات تک قائم رہی۔ سلطان محمد ثانی کے نام فتح قسطنطنیہ کا عظیم الشان کارنامہ مقدر ہو چکا تھا' جس کی نسبت سے وہ ''محمد فاتح'' کہلاتا ہے۔

سلطان محمد فاتح نے سمندر کی طرف سے سامانِ رسد اور ہر ممکن کمک کا راستہ بند کرنے کے لئے 1452ء میں باسفورس کے یورپی ساحل پر قلعہ رومیلی حصار بنایا۔ شہر کا محاصرہ 9 اپریل 1453ء کو شروع ہوا اور جمعرات 29 مئی کو ختم ہوا۔ حملے کا خاص زور شہر کی خشکی کی طرف کی اُن فصیلوں پر تھا جو توپ دروازہ اور ادرنہ دروازہ کے درمیان تھیں' جہاں محاصرہ کرنے والوں کی بھاری گولہ باری نے فصیل کا بڑا حصہ منہدم کر دیا تھا۔ اس محاصرے کے دو اہم حادثے خاص شہرت حاصل کر چکے ہیں:

1۔ ترکی بیڑے کا شاخ زرین میں' جو ایک بھاری زنجیر کے ذریعے بند کر دی گئی تھی' اس طرح داخل ہو جانا کہ اسے زمین پر گھسیٹ کر شاخ زرین میں پہنچایا گیا۔

2۔ شیخ آق شمس الدین کا حضرت ابوایوب انصاریؓ کی قبر کا دریافت کرنا۔ قسطنطنیہ کی فتح کے چند روز بعد اہلِ جنیوا کی غلطہ نامی نواحی بستی نے بھی' جو محاصرے کے دوران میں غیر جانب دار رہی تھی' اطاعت قبول کر لی۔ فتح کے فوراً بعد کے برسوں میں سلطان نے شہر کو دوبارہ آباد کرنے اور اُسے شاہی مسکن بنانے کی بھرپور جدوجہد کی۔ سلطان نے فتح کے دن آیا صوفیہ میں جمعہ کی نماز پڑھی تھی اور اسے عیسائیوں سے خرید کر جامع مسجد میں تبدیل کر دیا تھا۔

مسجدوں کا شہر

استنبول کو مسجدوں کا شہر کہا جاتا ہے' جن کی کثرتِ تعداد' تزئین و آرائش' اور شکوہ و جلالت کے لحاظ سے پوری دنیائے اسلام میں یہ شہر بے نظیر ہے۔ چنانچہ جامع ایا صوفیہ کی معروف عالمی مسجد کے علاوہ مندرجہ ذیل مساجد مشہور ہیں۔ جامع محمد یہ جسے سلطان فاتح نے بوزنطی شہنشاہوں کے مقبرے کی جگہ چوتھی پہاڑی پر تعمیر کرایا۔ جامع کے ساتھ آٹھ مدرسے بھی شامل ہیں۔ اسی جامع کے پاس سلطان فاتح کا مقبرہ بھی ہے۔

مسجد بایزید ثانی جو بڑے بازاروں میں ہے۔

جامع سلیمیہ جو پانچویں پہاڑی پر محلہ فنار میں واقع ہے۔ جس میں سلطان سلیم اوّل کی قبر ہے۔ اسی میں سلطان عبدالمجید کی قبر بھی ہے۔

جامع شہزادہ تیسری پہاڑی پر سلطان سلیمان اوّل کے لیے مشہور معمار سنان نے تعمیر کی۔

جامع سلیمانیہ بھی سلطان سلیمان کی فرمائش پر سنان نے تعمیر کی۔ اس میں چار مدرسے' ایک لنگر خانہ اور دیگر مکانات ہیں۔

جامع احمد یہ آت میدان میں واقع اپنے چھ میناروں کی وجہ سے مشہور ہے۔ اسے سلطان احمد اوّل نے 1617ء میں پورا کیا۔ ماضی میں یہ سرکاری مسجد کی حیثیت رکھتی تھی' جیسے لاہور میں شاہی مسجد۔

مسجد لالہ لی۔ شاہی مسجدوں میں سب سے چھوٹی مسجد' شہر کے اندرونی حصے میں بحیرۂ مارمورا کی جانب چشمۂ لالہ کے قریب جامع سلیمیہ کی نمونے پر تعمیر کی گئی۔

یہ وہ بڑی بڑی مسجدیں ہیں جو استنبول کی فصیلوں کے اندر واقع ہیں۔ شہر کی تمام مسجدوں کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہیں۔

1920ء کے بعد سے استنبول ترکی کا پایۂ تخت نہیں رہا اور جمہوریہ کے قیام کے بعد شروع کے چند برسوں میں اِس کی رونق اور خوشحالی میں نمایاں فرق واقع ہُوا' مگر جلد ہی یہ انحطاط جاتا رہا اور استنبول کی آبادی' اقتصادی ترقی اور تہذیبی حیثیت میں پھر اضافہ ہونا شروع ہوا۔ اس وقت یہ شہر جمہوریہ ترکی کے ایک صوبے کا مرکز ہے جس میں باسفورس کے دونوں طرف کا علاقہ اور جزیرہ نمائے بوزبرون کا شمال مغربی حصہ شامل ہیں۔

ترکوں پر اسلام کے گہرے اثرات

خلافت عثمانیہ کے اس پورے دَور میں' یعنی جب تک استنبول دارالخلافہ رہا' ترکوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اسلام اور اس کے شعائر و آداب کا گہرا اثر رہا' ترکوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اسلام اور اس کے شعائر و آداب کا گہرا اثر رہا۔ ترک عام زندگی میں قرآن و سنت کی پابندی کو لازم سمجھتے ہیں۔ حکومت بھی کم و بیش مذہبی احکام کی پابندی کرتی رہی۔ علمائے کرام اور مفتیان عظام کی عزت و تکریم اور اثر و رسوخ میں اضافہ ہوتا رہا۔ مفتی کا درجہ عام طور پر قاضی کے بعد تھا' مگر استنبول میں مفتی اعظم قاضیوں سے زیادہ اختیارات رکھتا تھا۔ سلطان محمد فاتح نے اسے شیخ الاسلام کا لقب عطا کیا تھا۔ سلطان سلیمان نے اپنے عہد میں شیخ الاسلام کو علماء کا صدر مقرر کر دیا اور اِس حیثیت سے اس کا عہدہ حکومت کے تمام مناصب سے بلند ہوگیا اور تقریباً سلطان کے فوراً بعد اس کا درجہ طے ہُوا' کیونکہ وہی قانون شریعت کا شارح اور وکیل تھا اور اُس کی حیثیت سلطان سے بہرحال اونچی تھی۔ بایزید ثانی کا معمول تھا کہ مفتی اعظم کے استقبال کے لیے کھڑا ہو جاتا تھا اور اسے اپنے سے اونچی جگہ پر بٹھاتا تھا۔

سلطان سلیم اور مفتی جمالی کا واقعہ مشہور ہے۔ سلیم جب مصر کی مہم سے واپس آیا تو اُس نے چاہا کہ سلطنت میں اسلامی رنگ پیدا کرنے کے لیے تمام عیسائیوں کو اسلام کی دعوت دے' خواہ جبر و اکراہ سے ہی کام لینا پڑے۔ شیخ الاسلام جمالی آفندی نے اس بناء پر فتویٰ دینے سے انکار کر دیا کہ سلطان محمد فاتح نے عیسائی رعایا کو مذہبی آزادی عطا کی تھی اور اس معاہدے کی پابندی قانون شریعت کے لحاظ سے ضروری تھی۔ انہوں نے تین بوڑھے ینی چری بھی' جن کی عمر سو سو سال سے زیادہ تھی' بطور گواہ اس معاہدے کے ثبوت میں پیش کیے۔ یہ تینوں سلطان محمد فاتح کے پرچم تلے لڑ چکے تھے۔ مجبوراً سلطان سلیم کو یہ خیال ترک کر دینا پڑا۔ ترک ادیبہ خالدہ ادیب خانم نے اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

> ''سلیم جیسا شخص بھی شیخ الاسلام کے آگے سر جھکانے پر مجبور تھا' اور یہ کہ سلطنت عثمانیہ کا نظام اور اُس کے اصول بڑے سے بڑے سلطان کی شخصیت سے زیادہ قوی تھے۔''

ترکوں پر اسلام کے گہرے اثرات کا تجزیہ کرتے ہوئے مصنف ایڈون پیرس نے لکھا ہے کہ اناطولیہ کے ترکوں میں مذہبی جذبہ بہت گہرا ہوتا ہے اور اس کا مشاہدہ سیاحوں اور مورخوں نے بھی کیا ہے۔ ترک کسان نماز کا سخت پابند ہوتا ہے' جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس اُس کے دل میں پوری طرح بیدار رہتا ہے۔ وہ اپنا دن نماز سے شروع کرتا ہے اور نماز کے الفاظ کی تکرار اُس کی سیرت و کردار پر ضرور اثر ڈالتی ہے' اور یہ اثر رمضان کے روزوں اور دوسرے مذہبی ارکان کی بجا آوری سے اور بھی قوی ہو جاتا ہے۔

ترکوں کے اسلامی اخلاق و عادات کے ضمن میں مصنف لارینٹ نے وہاں کی معاشرت کا جو نقشہ کھینچا ہے' اُس سے بھی اُن پر اسلام کے اثرات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس کے مطابق: ''اگر کوئی شخص سڑک پر کسی عورت سے ملتا ہے تو اس کی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے' گویا اُس کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ترک بے حجاب عورتوں سے نفرت کرتے ہیں اور ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں' اس لئے اگر کسی عیسائی سے کسی ترک کا جھگڑا ہو جائے اور اُس عیسائی کی بیوی لڑاکا ہو تو وہ اُسے ترکوں سے جھگڑنے اور بدزبانی کرنے کے لیے کھڑا کر دے گا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ کسی ترک کے لیے سب سے بڑی ذلت اور شرم کی بات یہ ہے کہ وہ عورت پر ہاتھ اٹھائے۔ زیادہ سے زیادہ جرأت اُس کی صرف یہ ہو سکتی ہے کہ وہ عورت کے لیے سخت اور اہانت آمیز الفاظ استعمال کرے یا پھر وہاں سے چلا جائے۔''

مولانا شبلی نعمانی نے 1892ء میں قسطنطنیہ کا سفر کیا تو وہ ترکوں کی فطری سادگی سے بہت متاثر ہوئے۔ مولانا صاحب اپنے ''سفرنامہ روم' مصر و شام'' میں لکھتے ہیں: ''ترکوں کی معاشرت میں مجھے جو چیز سب سے زیادہ پسند ہے' وہ یہ کہ باوجود نفاست پسندی اور عالی دماغی کے' فضول شان و شوکت کا نام نہیں۔ بڑے بڑے وزراء و اُمراء بازار میں نکلتے ہیں تو معمولی حیثیت سے نکلتے ہیں۔ میں نے بارہا وزیراعظم کی سواری دیکھی ہے۔ صرف دو تین سوار ساتھ ہوتے ہیں۔ سپہ سالار علی رضا پاشا کے ساتھ پانچ سوار سے زیادہ نہیں ہوتے۔ مکانات اور تمام یومیہ معاشرت کی چیزوں میں بھی سادگی پائی جاتی ہے۔ عثمان پاشا' درویش پاشا' ترکی بادشاہ جس حیثیت اور رُتبے کے لوگ ہیں' اِس لحاظ سے اُن کے مکانات کو کم از کم حیدرآباد (دکن) کا فلک نما اور بشیر باغ ہونا چاہیئے تھا' لیکن وہ ہمارے مولوی مہدی علی صاحب کی کوٹھی کے برابر بھی نہیں۔ نوکر چاکر بھی کثرت سے نہیں ہوتے' جیسا ہمارے ہاں کے نواب اور فرضی شہزادوں کے یہاں دستور ہے۔ حق یہ ہے کہ ترک اس بات پر جہاں تک فخر کریں' بجا ہے کہ انہوں نے چھ سو برس تک سلطنت کے سایے میں پل کر سپاہیانہ پن نہ چھوڑا' ورنہ عباسی' فاطمی' اُموی (اندلس والے) اور تیموری تو سو دو سو برس ہی میں اچھے خاصے رنگیلے بن گئے تھے۔

(جاری ہے)

میں نے معاف کیا!

ناہید بنت الیقین

پہلا منظر

یہ میرے سامنے کفن میں لپٹا میرا بھائی ہے!

میں ساکن کھڑی اسے دیکھ رہی ہوں۔ میرے وہ تمام رشتے دار جو یہ بات جانتے تھے کہ میری اپنے اس بھائی سے کبھی نہیں بنی' وہ سب مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ اِسے معاف کر دو۔ میرے ذہن میں سے بھائی کے تمام جرائم یاد آ رہے ہیں۔ اس نے وراثت میں میرا حصہ دبا لیا تھا۔ اس نے بھابھی کے ہاتھوں مجھے کتنی بار بے عزت کروایا۔ ہمیشہ مجھ سے ایسے بات کی کہ جیسے میں اُس کی بہن نہیں بلکہ کسی نیچ خاندان سے تعلق رکھنے والی غیر لڑکی ہوں۔ یہاں تک اماں کو بھی میرے خلاف اکسایا اور میں ماں کی طرفداری کو ترستی رہی۔ اب یہ بے حس و حرکت میرے سامنے ہے۔ سب کہہ رہے ہیں کہ اگر میں نے معاف نہ کیا تو اس پر بہت بوجھ ہوگا۔ حقوق العباد کا بوجھ' حساب کتاب کا بوجھ۔

اب میرے سامنے دو راستے ہیں۔ اگر آخرت کے دن اس کا گریبان پکڑوں گی تب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے بہا انعامات ملیں گے تمہارے دونوں طور پر میرا تو فائدہ ہی ہے۔ مگر کیا یہ ممکن ہے کہ اس کو قبر میں عذاب ملے اور میں راتوں کو چین سے سو پاؤں۔ اگر کوئی مجھے بتادے کہ رات قبر میں تمہارے بھائی کی پسلی سے پسلی دبا دی گئی تو کیا میں چین سے رہ پاؤں گی۔ ہم ساتھ کھیل کر جوان ہوئے تھے۔ کتنی بار اس نے مجھے سہارا دے کر سائیکل پر بٹھایا تھا۔ کتنی بار مجھے میری سہیلی سے ملانے لے گیا تھا۔ کتنی بار اس نے میرا ہوم ورک کرایا تھا۔ کیا وہ کچھ دکھ درد جو اس نے مجھے دیے' اس کے بدلے میں اِسے قبر میں تڑپتا دیکھ سکتی ہوں؟ نہیں' میرے بھائی میں نے تمہیں معاف کیا۔

دوسرا منظر

یہ میرے سامنے کفن میں لپٹی میری ساس ہے۔

میں چپ چاپ کھڑی ان کا خاموش چہرہ دیکھ رہی ہوں۔ میری نند مجھ سے بار بار لپٹ کر درخواست کر رہی ہے' ہاتھ جوڑ رہی ہے' منتیں کر رہی ہے ''بھابھی! امی کو معاف کر دیں۔ میں بالکل چپ ہوں' کیسے معاف کروں؟ آج میرے اور میرے شوہر کے درمیان فاصلوں کی وجہ سامنے کفن کے اندر ہے۔ مجھے خاندان میں رسوائی دینے والی کفن لپیٹے ہوئے ہے۔ میرے ماں باپ کی آنکھوں میں درد کے جنگل گاڑنے والی خاموش اور بے بس ہے۔ سب کہہ رہے ہیں کہ تمہارا معاف نہ کرنا اس پر بہت بھاری ہوگا۔ حساب کتاب بھاری ہوگا۔

میں سوچ رہی ہوں کہ میرے سامنے دو راستے ہیں معاف نہ کروں اور قیامت کے دن اللہ سے بدلہ مانگوں' یا معاف کر دوں۔ دونوں صورتوں میں میرے لیے اجر ہے۔ لیکن کیا واقعی میری ساس کا جرم اتنا بڑا ہے؟ میں مڑ کر اپنے لمبے چوڑے گھر کو دیکھتی ہوں جو میرے شوہر کی کمائی سے ہے' جن کی تربیت اور تعلیم میری ساس نے کی۔ میں اپنے نونہالوں کو دیکھتی ہوں' جواب میرے کندھے تک آ رہے ہیں اور انہی پیسوں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں جو میری ساس کی جائیداد سے آتے ہیں۔ میرے پاس آج ساس کا چڑھایا ہوا زیور اور مہر میں میرے نام لکھا گیا ایک عدد پلاٹ بھی ہے۔ یہ سب آج میرے پاس ہے اور اب تو وارث بھی میرے شوہر اکلوتے بیٹے ہوں گے۔ اور اگر آج ان کو میری ایک معافی مل جائے تو ان کا یہ آخری سفر کچھ ہلکا ہو جائے! شاید اللہ کے غضب کا کوڑا ان سے دور ہو جائے۔ شاید کل میری بہو بھی میرے اس سفر میں مجھے معافی کا زادِ راہ دے دے۔ ہاں میں بول پڑتی ہوں' میں نے معاف کیا۔

تیسرا منظر

یہ کفن میں لپٹی میری پڑوسن ہے۔ پورا محلہ اس سے عاجز تھا۔ کبھی اس سے لڑنا کبھی اُس سے۔ پھر ہم نے کون سی کمی کی۔ جب انہوں نے ''کچھ'' کیا تو ہم نے بھی خوب سنائیں۔ ان کا بائیکاٹ کیا۔ سلام دعا سے بھی گئے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی شادی میں نہیں بلایا تو ہم نے اپنی بیٹی کا بلاوہ نہیں دیا' حساب برابر۔ دائیں طرف والوں کے ساتھ تو ان کا معاملہ بہت خراب تھا۔ اتنی اونچی دیوار بنالی تھی کہ بے چاروں کے گھر کی ہوا بھی رک گئی تھی۔ لیکن آج ان کا معصوم بیٹا رو رو کر ان سے کہہ رہا ہے' آنٹی! امی کو معاف کر دیں۔ آپ ان سے بہت ناراض تھی ناں کہ آپ کے گھر کی ہوا رک گئی تھی۔ دیکھیں آنٹی اگر آپ نے معاف نہ کیا تو امی کے قبر کی ہوا رک جائے گی۔ وہاں بہت گرمی ہے۔ امی کو آپ کی معافی کی ضرورت ہے۔ پڑوسن آنٹی کا دل یک دم نرم پڑ گیا۔ ہاں ہاں! میرے بچے میرے گھر تو بہر حال اتنی ہوا ہے کہ سانس لے لی جاتی ہے۔ بیٹا تمہاری امی نے کتنی بار مجھے اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی ڈشیں بھجوائی ہیں۔ کتنی بار اپنی گاڑی مجھے ضرور تا دی ہے۔ میرے ساتھ شاپنگ پر گئی ہے۔ ہاں ہاں' میں نے معاف کیا۔

•••••••••

ہر شخص اس دنیا میں ہر بار ہمارے ساتھ برا ہی نہیں کرتا' کبھی اس کے کچھ اچھے کام بھی ہوتے ہیں۔ بس اُن کو یاد رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بُری چیزیں بھولنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ معافی نامے جو ہم مُردوں کو دیتے ہیں' بے شک اس سے اُن پر آسانی ہوتی ہے' حساب کتاب میں' قبر کے عذاب میں' یہ مُردوں کو معاف کرنا نیکی کا کام ہے' اور بہت آسان ہے۔ انسان اپنی موت کو یاد کر کے ایسا کر ہی دیتا ہے۔ مگر اے کاش! یہ معافیاں ہم زندہ لوگوں کو بھی دے دیا کریں۔ زندگی میں معاف کرنا ایک مشکل کام ہے' بہت مشکل! لیکن جب زندگی موت میں بدلتی ہے آخر ہم ایسا کر ہی لیتے ہیں' تو ابھی کیوں نہیں۔ آج بھی اس شخص کا تصور کریں کہ وہ کفن میں لپٹا سامنے ہے! آپ کیا کریں گے معافی' یا بدلے کا معاملہ؟ یقیناً ہر مسلمان جب میت کو سامنے دیکھتا ہے تو اُس کا دل اُس وقت نرم پڑ جاتا ہے' مگر تب وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ اُس وقت کے آنے سے پہلے معاف کرنا زیادہ بڑا کام ہے۔ زیادہ بڑی نیکی ہے۔ اُس امید پر معاف کر دیں کہ اگر میرا وقت پہلے آ گیا تو یہ بھی مجھے معاف کرے گا۔ زندگی میں معاف کرنا اصلاح کا ذریعہ بھی ہے' رب کی خوشنودی بھی اور اطمینانِ قلبی کا باعث بھی۔

ضرورت رشتہ

☆ 35 سالہ خوبصورت و سیرت کشمیری' کنواری لڑکی' ٹیچر' تعلیم ایف اے کے لئے دینی مزاج کا حامل رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: 0300-4639279

☆ جٹ فیملی کی 35 سالہ کنواری ٹیچر (معلمہ) تعلیم ایم۔اے (اُردو) کے لئے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے' ذات پات کی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0300-4639279

☆ 35 سالہ گریڈ 17 کا سرکاری ملازم رفیق تنظیم' ضلع خانیوال کے رہائشی کے لیے دینی مزاج کی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات اور علاقہ کی کوئی قید نہیں
رابطہ: اظہر بختیار خلجی' ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان
042-6366638, 0300-8430414

دعائے صحت کی درخواست

☆ انجمن خدام القرآن سندھ کے سابق صدر اور تنظیم اسلامی کے سینئر رفیق محترم زین العابدین صاحب ایک عرصہ سے علیل ہیں۔

رفقاء و احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

امریکہ کی دوستی

پروفیسر قیصر نجفی

دوستی کی طرح دشمنی میں بھی امریکہ پاکستان کے ساتھ دہرے معیار کا قائل نہیں ہے۔ ویسے بھی امریکہ کی یہ تاریخ ہے کہ کوئی فرد' قوم یا ملک اس کے علاقائی یا عالمی مفادات کے حوالے سے اہمیت کھو دیتا ہے تو امریکہ اس سے بے گانگی اختیار کر لیتا ہے اور اگر کسی عنوان اس کی وفاداری بھی مشکوک ہو جائے تو پھر اسے عبرت ناک سزا دینے سے دریغ نہیں کرتا۔ صدر جنرل ایوب خان سے امریکہ کی گاڑھی چھنتی تھی کہ اچانک خان صاحب پر یہ راز منکشف ہوا کہ امریکہ پاکستان کو دوست یا رفیق نہیں بلکہ غلام تصور کرتا ہے۔ جنرل صاحب کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور انہوں نے پاک امریکہ تعلقات کے پس منظر میں احتجاجاً ''فرینڈز ناٹ ماسٹرز'' (Friends Not Masters) کے نام سے ایک کتاب لکھ ڈالی اور جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے' دوٹوک انداز میں امریکہ کو آقا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ امریکہ نے سزا دینے میں تاخیر نہ کی اور اس مرد آہن کو موم کے پتلے سے بھی زیادہ کمزور کر دیا اور اس نوع کے زوال سے دوچار کیا کہ جس کا جنرل صاحب نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔

ذوالفقار علی بھٹو ایک جینوئن (Genuine) سیاست دان تھے۔ 1970ء کے عام انتخابات میں انہیں مغربی پاکستان میں بھی عوامی مینڈیٹ حاصل ہوا۔ سقوط ڈھاکہ کے بعد وہ امریکہ کی آشیر باد کے حصول میں کامگار ٹھہرے اور یکے بعد دیگرے پاکستان کی صدارت اور وزارت عظمیٰ دونوں عہدوں پر متمکن رہے۔ چونکہ عوامی رہنما تھے' لہٰذا عوام کی فلاح اور وطن کی سالمیت پر کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے کے روادار نہ ہوئے۔ انہوں نے اقتدار سنبھالتے ہی خود سے کئی گنا زیادہ طاقتور دشمن کے ناپاک عزائم بھانپ لئے' جنہیں ناکام بنانے کے لئے ایٹمی قوت بنے بغیر اور کوئی چارہ نہ تھا۔ بھٹو صاحب نے بہترین سفارت کاری اور اعلیٰ خارجہ پالیسی کا ثبوت دیتے ہوئے فرانس کے ساتھ ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کے حصول کا معاہدہ کیا اور ایٹمی پروگرام کی داغ بیل ڈالی۔ امریکہ تیسری دنیا کے کسی ملک خصوصاً ایک مسلمان ملک کو ایٹمی طاقت بنتے کیوں کر دیکھ سکتا تھا۔ فوراً امریکی خارجہ امور کی وزارت حرکت میں آ گئی اور سیکرٹری آف اسٹیٹ ہنری کیسنجر پاکستان پہنچ گئے۔ ہنری کیسنجر نے غیر مبہم الفاظ میں بھٹو صاحب کو انتباہ کیا کہ وہ ایٹم بم بنانے سے باز رہیں ورنہ انہیں ایک عبرت ناک مثال بنا دیا جائے گا مگر بھٹو صاحب نے جگرداری کا ثبوت دیا' امریکی سیکرٹری آف اسٹیٹ کی بات نہ مانی اور بالآخر قومی مفاد کی خاطر تختہ دار پر جھول گئے۔

1979ء میں سوویت یونین کی فوجیں افغانستان میں براجمان ہو گئیں۔ قبل ازیں جنرل ضیاء الحق پاکستان میں فوجی انقلاب لا چکے تھے۔ جس کی پشت پناہی امریکہ نے کی تھی۔ امریکہ نے صدر ضیاء الحق کو افغانستان میں امریکی مفادات کے تحفظ پر مامور کیا۔ جنرل ضیاء نے بطریق احسن اس ذمہ داری کو نبھایا۔ سوویت یونین کی افواج افغانستان میں پسپا ہو گئیں۔ امریکہ نے اپنے مقاصد حاصل کر لئے لیکن (حسب روایت) حصول مقاصد کے بعد ضیاء الحق اور پاکستان دونوں سے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔ صدر ضیاء نے بھی ردعمل کے طور پر امریکی پالیسیوں سے اجنبیت اختیار کر لی۔ خاص کر افغانستان کے مستقبل کے حوالے سے جنیوا معاہدے پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ نازک مزاج شاہان امریکہ اس قسم کی گستاخی بھلا کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ وہ نہایت سیخ پا ہوئے اور جنرل ضیاء الحق کو ایسی عبرت ناک سزا دی کہ جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

> امریکہ بہادر اپنے جاں نثار دوست صدر پرویز مشرف کو بھی وفاؤں کا ویسا ہی صلہ دے گا' جیسا وہ ان کے پیشروؤں کو دے چکا ہے۔ کیونکہ امریکہ کی یہ تاریخ ہے کہ کوئی فرد' قوم یا ملک اس کے علاقائی یا عالمی مفادات کے حوالے سے اہمیت کھو دیتا ہے تو امریکہ اس سے بے گانگی اختیار کر لیتا ہے

بھٹو صاحب کی خدمات کے بدلے کے طور پر عوام نے پیپلز پارٹی کو اقتدار کے سنگھاسن پر بٹھا دیا اور بے نظیر کو پاکستان کی پہلی خاتون وزیر اعظم ہونے کا اعزاز نصیب ہوا۔ انہوں نے اپنے والد کی پالیسیوں کو جاری رکھنے کے عزم کا اظہار کیا مگر ان کے اقتدار کی بساط جلد لپیٹ دی گئی۔ نتیجتاً میاں نواز شریف برسر اقتدار آ گئے۔ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا جب کسی وزیر اعظم کو قومی اسمبلی میں دو تہائی اکثریت کی حمایت حاصل تھی۔ بے نظیر کی طرح میاں صاحب کی وزارت عظمیٰ تک دوبارہ رسائی ہوئی۔ ان کے دوسرے دور حکومت کے دوران میں بھارت نے لگا تار پانچ ایٹمی دھماکے کر ڈالے۔ جن کا حیرت انگیز طور پر عالمی سطح پر سنجیدہ نوٹس نہ لیا گیا۔ امریکہ نے بھی نیم دلانہ قسم کی تشویش کا اظہار کیا۔ پاکستانی عوام میں عدم تحفظ کے احساسات کروٹیں لینے لگے اور پورے ملک میں اضطراب و بے سکونی کی لہر دوڑ گئی۔ نتیجتاً وزیر اعظم نواز شریف پر ترکی بہ ترکی جواب دینے کے لئے عوامی دباؤ میں شدید اضافہ ہو گیا۔ ادھر امریکہ نے جوابی دھماکے نہ کرنے پر اصرار کیا اور بدلے میں ترغیبات کی بوقلمونیوں سے مسحور کرنے کی کاوشیں کیں' لیکن نواز شریف نہ تو امریکہ کے غیظ و غضب سے گھبرائے اور نہ ہی امریکہ کی سحر انگیز پیشکشوں پر ریجھے۔ انہوں نے مثالی پامردی کا مظاہرہ کیا اور جواب آں غزل کے طور پر چھ ایٹمی دھماکے کر کے ملکی وقار میں معتدبہ اضافہ کر دیا۔ میاں صاحب کو اس جرأت رندانہ کی سزا ملنی تھی' سو ملی۔ امریکہ نے' جسے بھٹو صاحب سفید ہاتھی (White elephant) کہتے تھے' اپنا بغض یوں نکالا کہ میاں صاحب کے قدموں کے نیچے سے اقتدار کی سیڑھی بھی کھینچ لی اور انہیں بے وطن بھی کر دیا۔

صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف انسداد دہشت گردی میں امریکہ کے ایک اہم حلیف ہیں۔ 9/11 کے بعد امریکہ کی خاطر ان کے جیسے ''ایثار و قربانی'' کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ ہمارے خیال میں وہ امریکہ سے کسی وقت سینہ پھلا کر کہہ سکتے ہیں۔

بہت مجھ پر الزام عائد ہوئے ہیں
مگر بے وفائی کی تہمت نہیں ہے

یہ ان دنوں کی بات ہے جب صدر مشرف امریکہ کے سرکاری دورے پر تھے۔ امریکی ٹی وی سی بی ایس کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں انہوں نے یہ انکشاف کیا تھا کہ ''9/11 کے بعد امریکہ نے پاکستان کو بمباری سے تباہ کرنے کی دھمکی دی تھی' ان کے بقول ''آرمیٹج نے دھمکی دی تھی کہ اگر امریکہ سے تعاون نہ کیا تو پاکستان کو پتھر کے دور میں پہنچا دیا جائے گا۔'' جنرل پرویز مشرف کا یہ انکشاف بعینہ ویسا ہے' جیسا ذوالفقار علی بھٹو نے امریکی دھمکی آمیز خط سر عام پڑھ کر کیا تھا۔ سوال اٹھتا ہے کہ کیا سفید ہاتھی اس بار بھی کینہ پروری کا مظاہرہ کرتے ہوئے منتقمانہ رویہ اختیار کرے گا۔ ہمارے خیال میں آثار و قرائن اس شبہ کو تقویت پہنچاتے ہیں کہ امریکہ بہادر اپنے جاں نثار دوست صدر پرویز مشرف (باقی صفحہ 7 پر)

کیا نیک عورتیں جنت میں حوریں بن جائیں گی؟ ☆ داڑھی کی شرعی حیثیت واضح کیجیے؟

☆ قلب اور فواد میں کیا فرق ہے؟

☆ کیا جنت اور دوزخ کیفیات کا نام ہیں اور یہ مکانی نہیں ہیں؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: داڑھی کی شرعی حیثیت واضح کیجیے؟ (رحیم خان)

ج: داڑھی کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اسے سنت مؤکدہ کہتے ہیں' بعض واجب کہتے ہیں۔ جہاں تک اس کی مقدار کا سوال ہے تو اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ یہ کم از کم ایک مشت ہونی چاہیے۔ البتہ آپ ﷺ کا طرزِ عمل ہمیں بعض احادیث میں یہ ملتا ہے کہ آپؐ نے اپنی داڑھی کو چھوڑ رکھا تھا اور اس کی معمولی سی بھی تراش خراش نہیں کرتے تھے۔

س: قرآن حکیم میں ایک جگہ ہے کہ کسی کو معلوم نہیں اس کی موت کب آئے گی' ماں کے پیٹ میں کیا ہے' بارش کب ہوگی وغیرہ وغیرہ اور آج کل الٹرا ساؤنڈ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے' اسی طرح محکمہ موسمیات کے ماہرین بارش کے متعلق بھی پیشگوئی کر دیتے ہیں؟ (شاہ زور ملک)

ج: قرآن نے یہ نہیں کہا کہ کسی کو بھی معلوم نہیں کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے' بلکہ یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے۔ یہ سورۃ لقمان کی آخری آیت ہے۔ یہاں پانچ چیزیں بیان ہوئی ہیں۔ تین کے بارے میں قرآن نے کہا کہ ان کا علم صرف اللہ کو ہے' یعنی قیامت کا علم' انسان کل کیا کمائے گا اور انسان کس جگہ فوت ہوگا' جبکہ دو چیزوں کے بارے میں قرآن کا بیان صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور وہ کب بارش نازل کرتا ہے۔ ان دو چیزوں یعنی جنین اور بارش کے علم کی قرآن نے کسی دوسرے کے حوالے سے نفی نہیں کی۔

دوسری بات یہ کہ الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے جو معلوم ہوتا ہے وہ بعض اوقات غلط بھی ہوتا ہے اور اس کے کئی واقعات ہیں۔ پھر یہ کہ بعض اوقات رحم مادر میں بچے کی پوزیشن ایسی ہوتی ہے کہ الٹرا ساؤنڈ سے اس کی جنس معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اور اگر جنس معلوم بھی ہو جائے تو یہ بچے کے بارے میں ایک چیز کا علم ہے۔ اس بچے کی زندگی سے متعلق ہزاروں پہلوؤں کے علم سے اب بھی انسان غافل ہوتا ہے' مثلاً وہ بچہ نیک ہوگا یا برا' اس کا مزاج کیا ہوگا' ذہین ہوگا یا کند ذہن وغیرہ۔

س: کیا یہ درست ہے کہ حیوانات گائے' بھینس' گھوڑے اور حشرات الارض وغیرہ نہ جنت میں جائیں گے نہ دوزخ میں' بلکہ یہ معدوم ہو جائیں گے؟ (قربان علی)

ج: مفسرین نے سورۃ النبا کی آخری آیت کی تفسیر میں ایک حدیث اور صحابہؓ کی بعض اقوال نقل کیے ہیں' جس میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ تمام جانوروں کو مٹی بنا دیا جائے گا۔ تفصیل کے لیے تفسیر طبری' تفسیر ابن کثیر کا مطالعہ کریں۔
(بحوالہ سورۃ النبا' آیت:40)

س: سوچنے سمجھنے کی طاقت دماغ میں ہے یا دل میں' کیونکہ قرآن حکیم میں تصدیق کا ذکر قلب کے ساتھ آیا ہے' یعنی تصدیق بالقلب' اس کا مطلب یہ ہے کہ دل سوچتا سمجھتا ہے اگر ہاں' تو پھر دماغ کا کیا کام ہے؟ (جان محمد)

ج: یہ ایک مشکل بات ہے اور اس کی ایک سے زیادہ توجیہات ہو سکتی ہیں۔ امام سیوطی نے الاتقان میں لکھا ہے کہ تعقل کا محل دل ہے۔ اس لیے قرآن نے کہا ہے: لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا۔ چونکہ تعقل ایک غیر محسوس چیز ہے' اس لئے اس کے محل کا یقین کرنا ایک مشکل امر ہے۔ یہ بات واضح رہے کہ دماغ اور چیز ہے اور عقل اور چیز ہے۔ دماغ تو ہمارے سر میں موجود ہے جبکہ عقل اور تعقل کے محل کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک تاویل یہ بھی کی گئی ہے کہ دماغ کا تعلق حسیات کے ساتھ ہے۔ دیکھنے' سننے' سونگھنے اور چکھنے سے حاصل ہونے والی معلومات کو Process کرنا اور نتائج برآمد کرنا دماغ کا کام ہے' جبکہ خیر اور شر میں امتیاز کرنا' اللہ کی معرفت حاصل کرنا' آخرت کا یقین کرنا اور خدا خوفی رکھنا' یہ سب دل کے کام ہیں۔

بظاہر امام سیوطی کی بات وزنی معلوم ہوتی ہے' کیونکہ قرآن کی بہت ساری نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ دل' میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت ہے' اور یہ اسی صورت ممکن ہے جب ہم دل کو عقل کا محل تصور کریں۔

س: قلب اور فواد میں کیا فرق ہے؟ فواد بھی دل کو کہتے ہیں اور قلب بھی دل کو' فرق کیا ہے؟ (منور علی)

ج: بعض علماء نے کہا کہ جو فرق عین (آنکھ) اور بصر (دیکھنا) یا اذن (کان) اور سمع (سننا) میں ہے' وہی قلب اور فواد میں ہے۔ یعنی قلب محل ہے اور فواد اس محل کی خصوصیت یا فعل ہے۔ یہ علماء دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں" ان السمع والبصر والفواد کل اولئك كان عنه مسؤلا" جبکہ علماء کی ایک دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ جس طرح دماغ کے مختلف حصے ہیں اور وہ مختلف قوتوں کا مستقر ہیں اسی طرح دل کے بھی مختلف حصے ہیں اور وہ مختلف قوتوں کا مستقر ہیں۔ دل کا اوپر والا حصہ فواد کہلاتا ہے جو فمِ معدہ کے سامنے ہوتا ہے اور یہ جذبات کی شدت کا مرکز و مستقر ہے۔ یعنی محبت' نفرت' تکلیف وغیرہ اس جگہ محسوس ہوتی ہے۔ جبکہ دل کا نیچے والا حصہ قلب کہلاتا ہے اور یہ عقل و شعور' فہم و تدبر کا منبع و مستقر ہے۔

س: کیا نیک عورتیں آخرت میں حوریں بن جائیں گی؟ (محمد نواز خان)

ج: نیک عورتوں کے حور بننے کا ذکر کہیں نہیں ہے' ہاں البتہ یہ بیبیاں جنت کی حوروں سے کئی گنا خوبصورت ہوں گی۔ دنیا کی نیک بیبیاں جنت میں حوروں کی سردار ہوں گی۔

س: میں نے کہیں پڑھا ہے کہ جنت اور دوزخ کیفیات کا نام ہے' مکانی نہیں ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ (سلیم اختر)

ج: یہ نظریہ بالکل غلط ہے' اور ایسا عقیدہ رکھنے والا ایمان بالآخرت کا منکر ہے۔ جنت و جہنم مقامات ہیں' جیسا کہ آیات قرآنی سے واضح ہے۔

س: معرفت' شریعت اور تصوف میں کیا فرق ہے؟ (فاروق)

ج: معرفت سے مراد اللہ کی پہچان ہے' جبکہ شریعت سے دین اسلام یعنی اس کے احکامات مراد ہیں جو قرآن و سنت کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں۔ تصوف اللہ کے رسول ﷺ صحابہؓ اور ائمہ اربعہ کے دور کے بعد کی اصطلاح ہے۔ مختصر الفاظ میں اس سے مراد شریعت کے احکامات پر عمل کرنے کا ایک خاص طریقہ کار اور اسلوب ہے۔

کالم "تفہیم المسائل" میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں تربیت گاہ کا انعقاد

مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں 11 تا 17 فروری 2007ء کو مبتدی و ملتزم رفقاء کی تربیت گاہ منعقد ہوئی۔ جس میں ملک کے طول و عرض سے آئے ہوئے رفقاء نے شرکت کی۔ مختلف زبانوں' عہدوں' مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق کے باوجود "بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا" کا عملی مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ ہر فرد ایثار و وفا کی تصویر نظر آیا۔ صرف ایک ہفتے میں ایک ضخیم کورس کا احاطہ اساتذہ کے مشفقانہ رویئے اور اُن کی ماہرانہ دسترس ہی نے ممکن بنایا۔ تربیت گاہ کا نصاب اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ احباب اپنی انفرادی اور اجتماعی دینی ذمہ داریوں سے کماحقہٗ آگاہ ہو جائیں۔ ساتھ ہی تنظیم کے اہداف اور اُن کے حصول کے طریقہ کار کی وضاحت بھی کر دی گئی۔ قبل از نماز فجر نوافل اور اذکار کی روحانی محافل منعقد ہوتی رہیں۔ جن میں مسنون دعاؤں کا مذاکرہ بھی ہوتا رہا۔ بعد از نماز فجر دروس قرآن کا اہتمام کیا جاتا' ان سات دنوں میں ایک مربوط موضوع کے ذریعے رفقاء کی روحانی تربیت کے لیے قرآن حکیم کی مختلف آیات کا انتخاب کیا گیا' تاکہ عبادات کا جامع تصور اذہان میں اجاگر ہو سکے اور بقیہ پورے دن میں زیر بحث آنے والے موضوعات کا ایک ہلکا خاکہ بھی سامنے رہے۔ یوں تکرار سے شام تک موضوع کا احاطہ آسان ہو جاتا۔ درس قرآن کے بعد رفقاء کو آرام کے لیے وقفہ دیا جاتا اور ساڑھے آٹھ بجے کلاسز کا آغاز دوبارہ ہو جاتا جو چائے کے وقفے کے ساتھ چار پیریڈوں کی صورت میں 1 بجے تک جاری رہتا۔ پہلے دن نماز عصر کے فوراً بعد شرکاء نے اپنا اپنا تعارف کروایا۔ جس سے اُن کی تعلیم' علاقہ اور زبان کے بارے میں ابتدائی معلومات جمع کر لی گئیں۔ پھر انہی معلومات کی روشنی میں بقیہ دنوں میں مختلف لیکچر کا اہتمام کیا گیا۔ اُن کی تعلیمی قابلیت اور استطاعت کو سامنے رکھ کر موضوعات کی وضاحت کی گئی۔ دورانِ تربیت مختلف ذرائع استعمال کیے گئے۔ کبھی تقریر کی صورت' کبھی لیکچر کی شکل میں' کبھی ویڈیو پر اور کبھی مذاکرہ کے ذریعے موضوع کی تمام جزئیات تک پہنچنے کی کوشش کی گئی۔ تعلیم و تربیت کی اس رنگا رنگی سے اکتاہٹ کا احساس بھی پیدا نہیں ہوا' یوں شرکاء کی دلچسپی بھی برقرار رہی۔ یہی وجہ ہے کہ ہفتہ بھر میں تنظیم کی بنیادی فکر سے آگاہی ہو جاتی رہی۔ انفرادی نوافل اذکارِ مسنونہ سے لے کر عبادات کے جامع تصور تک کے درمیان میں آنے والے تمام مراحل کو موضوعِ بحث بنایا گیا۔ یوں رفتہ رفتہ ان موضوعات کی فکری جہتیں اور اُن کی تمام جزئیات ذہنوں میں اجاگر ہوتی گئیں۔

تربیت گاہ کے تمام دنوں میں مختلف مقررین نے جن موضوعات پر اظہار خیال کیا' اُس کی تفصیل درج ذیل ہے:

رحمت اللہ بٹر صاحب نے ایمانیات ثلاثہ پر لیکچر دیئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایمان ہی دراصل کسی کی زندگی کا مقصد متعین کرتا ہے۔ یہی ایمان مومن کے لیے نور کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی روشنی میں وہ آگے بڑھتا اور بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ ناظم تربیت جناب شاہد اسلم نے تنظیمی ڈھانچہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ نظم میں موجود احباب کے عہدوں اور اُن کی ذمہ داریوں کے بارے میں تعارف کروایا۔ بعد میں عبداللہ محمود نے تزکیۂ نفس کے موضوع پر پُر تاثیر گفتگو کی۔ انہوں نے توبہ کے ذرائع بیان کرنے کے بعد کہا کہ روح چونکہ ہمارے مادی جسم کے اندر ودیعت کر دی گئی ہے' اس لیے اس کی حفاظت کرنا' اس کو مختلف بیماریوں سے بچا کر رکھنا اور پھر آخری سانس تک یہ احساس زندہ رکھنا ضروری ہے۔

جناب اظہر بختیار خلجی نے تنظیم کے نظام العمل اور دستور پر سیر حاصل گفتگو کی۔ چارٹ اور وائٹ بورڈ کی مدد سے اساسی دعوت کی وضاحت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں کلمہ کا شعور حاصل کرنا چاہیے۔ پھر اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کوشاں ہو جانا چاہیے۔ غلبۂ دین کا عظیم فریضہ ایک نظم کا مرہونِ منت ہے۔ انہوں نے انسانی اعصابی نظام کے گراف کے ذریعے مبتدی رفیق سے لے کر امیر جماعت تک تمام رفقا کی ذمہ داریوں کی الگ الگ وضاحت کی۔

رفقاء کے بنیادی اوصاف کے بارے ایک پر تاثیر لیکچر جناب شاہد اسلم نے دیا۔ بعد ازاں ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے ایک فکر انگیز مذاکرے کے ذریعے عبادت' شہادت اور اقامت جیسے اہم موضوعات کا احاطہ کیا۔

انفاق فی سبیل اللہ کے زیر عنوان عاطف عماد صاحب کا لیکچر بہت دلچسپ تھا۔ انہوں نے کہا کہ انفاق کا یہ تصور بالکل محدود ہے کہ آپ چند روپے کسی نیک کام میں خرچ کر دیں۔ دوسرے چونکہ اللہ تعالیٰ صرف پاک مال ہی کو پسند کرتا ہے' اس لیے ہمیں خرچ کرنے سے پہلے دیکھنا ہوگا کہ وہ مال جو آپ خرچ کر رہے ہیں آیا حلال ہے بھی یا نہیں؟ سورۃ الحدید کی آیت نمبر 10 کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ انفاق کا مفید ترین اور بہترین مصرف دین کے غلبے کے لیے مال خرچ کرنا ہے۔

ڈاکٹر عبدالسمیع نے "رب ہمارا" کے زیر عنوان مذاکرہ کروایا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں رب کی بندگی مکمل سرشاری میں ڈوب کر کرنی چاہیے۔ انہوں نے سورۃ الفاتحہ پر سیر حاصل گفتگو کی۔ جناب محمد اشرف وصی نے فکر تنظیم اسلامی کے زیر عنوان ایک جاندار مذاکرہ کروایا۔ یہ تربیت گاہ کا چھٹا دن تھا۔ گزشتہ دنوں میں ہم لوگ جو کچھ سیکھ پائے ان کا اعادہ کروایا گیا۔ اس طرح تمام موضوعات ایک مرتبہ پھر ذہنوں میں تازہ ہو گئے۔ ایمان باللہ' ایمان بالرسالت' ایمان بالآخرۃ' تزکیہ نفس' عبادت' رسومات' شہادت' اقامت' ہدایت' الھدیٰ' رب ہمارا' اخلاقیات اور انفاق فی سبیل اللہ' یہ وہ تمام موضوعات تھے۔ جن کا مذاکرے کے ذریعے مطالعہ کروایا۔ یوں تنظیم کی اساسی فکر مربوط طریقے سے سامنے آ گئی۔ اس طرح فرائض دینی کا جامع تصور اور اُن کی ادائیگی کے لیے ایک لائحہ عمل بھی سامنے آیا۔ بعد ازاں تمام احباب نے باغ جناح میں نماز جمعہ ادا کی۔ جناب شاہد اسلم نے پُر تاثیر خطبہ جمعہ میں طاغوت کے روبرو ڈٹ جانے کے لیے ہمت افروز اور جرأت آموز خطاب فرمایا۔

ادائیگی نماز جمعہ کے بعد ہم سب کو قرآن اکیڈمی' ماڈل ٹاؤن لے جایا گیا۔ مکتبہ سے رفقاء نے کتب اور سی ڈیز خریدیں۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے ملاقات کا اہتمام ہوا۔

واپسی پر عصر تا مغرب رفقاء کے تاثرات اور اُن کے تفصیلی تعارف پر مبنی پروگرام ہوا۔ تقریباً ہر مکتبہ فکر کے احباب نے تربیت گاہ میں شرکت کی' یوں لگا جیسے ہمارے قدم اتحاد امت کی جانب تیزی سے اُٹھ رہے ہیں۔ اور تنظیم نے ہمیں ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کر دیا ہے جہاں ہر مسلمان اپنے مسلکی اختلافات بھلا کر نظام اسلام کے لیے اپنا بہترین کردار ادا کر سکتا ہے' فاصلے سمٹ سکتے ہیں۔ عالمی نظام خلافت کے لیے جس طرح کے اتحاد کی ضرورت ہے اس کی بنیادیں ہمیں سے اُٹھ رہی ہیں۔ غلبہ دین کے لیے جس قسم کے افراد کی ضرورت ہے اُن کی تربیت اچھی خطوط پر ہونی چاہیے۔ جو بتانِ رنگ و خوں کو توڑنے کے فن سے آشنا ہوں۔

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

تربیت گاہ کے آخری روز رفقاء کی تجاویز اور مشوروں کے حوالے سے بھرپور پروگرام ہوا۔ رفقاء نے تربیت گاہ کو نہایت مفید اور اپنی زندگیوں کے لیے اہم موڑ قرار دیا ہے۔ اس ہفت روزہ روحانی' انقلابی ماحول کو زندگی کے یادگار دن قرار دیا۔ لیکچروں میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کو مزید عام فہم بنانے کی تجاویز دی گئیں۔ انجینئر محمد علی نے قرآن حکیم کی روشنی میں علم کی فضیلت کے موضوع پر پُر تاثیر لیکچر دیا۔ بعد ازاں امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید نے قرارداد تاسیس کا مطالعہ کروایا۔ انہوں نے فرمایا کہ ان موضوع کی خصوصی اہمیت کے پیش نظر قرارداد کی تمام جزئیات کو رفقاء کے ذہنوں میں راسخ کرنے کے لیے یہ کام گزشتہ پانچ سال سے وہ خود کر رہے ہیں۔ تربیت گاہ ملک کے جس حصے میں بھی ہو رہی ہو' وہاں وہ خود جاتے ہیں۔ اس طرح رفقاء سے تفصیلی ملاقات بھی ہو جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تنظیمی زندگی جہاں ہمیں انفرادی زندگی میں رہنمائی مہیا کرتی ہے' وہاں اجتماعی ذمہ داریوں اور اہداف کی بھی نشاندہی کرتی اور اُن کے حصول میں معاون ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ فرد کی ذاتی اصلاح کے بعد الاقرب فالاقرب کے اصول کے تحت دعوت دین اس کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح دعوت کے عمل کو فرد سے خاندان اور پھر مرحلہ وار ماحول کی جانب بڑھنا چاہیے۔ اس سارے عمل میں قرآن و حدیث کو اپنا رہنما اور عبادات کو سامانِ سفر بنائے رکھنا ضروری ہے۔ یوں تربیت گاہ کے تمام پروگرام اختتام پذیر ہوئے اور رفقاء ایک نئے عزم سے اپنے گھروں کو سدھارے۔

(مرتب: ڈاکٹر شفیق بیگ چغتائی)

نمازعشاء سے قبل مجاہد امین نے تقرب الی اللہ کے دو مراتب حدیث کی روشنی میں بیان فرمائے۔ اللہ کا ایک بندہ اپنے دینی فرائض کی کامل ادائیگی کے ساتھ ساتھ جب نفلی عبادات کا اہتمام فرماتا ہے تو وہ اللہ کا خاص قرب حاصل کرلیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ فرماتے ہیں میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں' اس کے پاؤں بن جاتا ہوں۔

نمازعشاء کے بعد سیرت اہل بیت سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے متعلق راقم الحروف نے سیرت کی کتاب سے اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ ناظم مکتبہ الھدیٰ مسجد و معتمد تنظیم اسلامی نیوملتان جناب سید حامد اللہ شاہ نے ندائے خلافت سے بانی محترم کے مضمون کا مطالعہ کرایا۔ آخر میں تمام سامعین کو کھانا کھلایا گیا۔ اس پروگرام میں تقریباً80 افراد شریک ہوئے۔ (مرتب: شوکت حسین انصاری)

تنظیم اسلامی بہاولنگر کا ماہانہ اجتماع

11 مارچ کو تنظیم اسلامی بہاولنگر کا ماہانہ اجتماع مسجد جامع القرآن والسنۃ میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز دس بجے ہونا تھا' مگر بارش کی وجہ سے رفقاء دیر سے پہنچے اور پروگرام ساڑھے دس بجے شروع ہوا۔ امیر حلقہ محمد منیر احمد ہارون آباد سے تشریف لائے۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز رفیق تنظیم جناب حافظ مظہر کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ پروفیسر محمود اسلم نے جو بہاولنگر اسرہ کے نقیب بھی ہیں' ابتدائی گفتگو میں ان پروگراموں کے مقصد کی وضاحت کی۔ انہوں نے کہا کہ ان پروگراموں کا مقصد تذکیر ہے' تاکہ بھولا ہوا سبق ہمیں دوبارہ یاد آ جائے اور ہم نئی لگن اور نئے جوش سے ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے دعوت حق کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں۔

اس کے بعد راقم نے درس قرآن دیا۔ جس میں سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر 13 تا 15 اور 40 اور 48 کی روشنی میں فریضہ اقامت دین کی وضاحت کی۔ درس قرآن کے بعد 15 منٹ کے وقفہ میں رفقاء سے تعارف ہوا۔ اور حال ہی میں مبتدی تربیت گاہ میں شریک ہونے والے رفیق تنظیم حافظ عبداللہ نے اپنے تاثرات بیان کئے اور رفقاء کو تربیت گاہ میں شرکت کی ترغیب دلائی۔

اسرہ تھمن والی کے رفیق جناب امتیاز احمد نے احادیث کی روشنی میں عظمت قرآن کو واضح کیا۔ سیرت صحابہؓ کے موضوع پر ہارون آباد کے رفیق تنظیم حاجی رمضان نے حضرت ابوبکرؓ کی سیرت پر سیر حاصل گفتگو کی۔ انہوں نے آپؓ کی زندگی کے چند نمایاں پہلوؤں کو حاضرین کے سامنے رکھا۔ پروگرام کے آخر میں امیر حلقہ نے گفتگو کی۔ انہوں نے رفقاء پر زور دیا کہ اپنے فرائض کو ادا کریں۔ اُن کا کہنا تھا کہ تنظیم نظم کا نام ہے۔ اگر نظم و ضبط نہیں ہے تو محض افراد کے اجتماع کو تنظیم کا نام نہیں دیا جا سکتا' پھر تو وہ ایک ہجوم ہوگا۔ امیر حلقہ کی دعا پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ پروگرام میں بارہ رفقاء واحباب نے شرکت کی۔ (رپورٹ: محمد رضوان عزمی)

تنظیم اسلامی کورنگی اور لانڈھی کراچی کا مشترکہ تربیتی و دعوتی اجتماع

تنظیم اسلامی کورنگی کا تربیتی و دعوتی اجتماع 12 مارچ کو قرآن مرکز کورنگی میں ہوا۔ جس میں جناب ظہیر حسن' مرکزی ناظمِ دعوت رحمت اللہ بٹر اور ناظمِ دعوت حلقہ سندھ زیریں عامر خان بھی موجود تھے۔ اجتماع کے پروگراموں کی ترتیب درج ذیل ہے۔

اجتماع کی پہلی نشست مغرب کی نماز کے بعد ہوئی' جس میں تنظیم میں رائج انفرادی دعوت کا نظام مقامی ناظمِ دعوت جناب اقبال احمد صدیقی نے پیش کیا۔ یہ نشست تربیتی نوعیت کی تھی' جس میں لانڈھی کے 2 اور کورنگی کے 15 رفقاء موجود تھے۔ نشست کے آخر میں ظہیر حسن نے رفقاء کے سوالوں کے جوابات دیئے۔

دوسری نشست عشاء کی نماز کے بعد ہوئی۔ اس میں زیرِ دعوت احباب کے سامنے جناب ظہیر حسن نے ''دین اور مذہب میں فرق'' اور دینی فرائض کا جامع تصور'' کے موضوعات پر لیکچرز دیئے۔ انہوں نے دین کے جامع تصور کو واضح کیا۔ انہوں نے کہا کہ دعوت اور اقامتِ دین کی جدوجہد مسلمان کا بنیادی فریضہ ہے۔ لیکچرز کے بعد احباب کو سوالات کا موقع بھی دیا گیا۔ اس نشست میں 16 احباب بھی موجود تھے۔ اجتماع کا اختتام اجتماعی دعا پر ہوا۔ (مرتب: سراج احمد خان)

تنظیم اسلامی نیوملتان کے زیراہتمام ماہانہ شب بیداری پروگرام

مسجد الھدیٰ میں ہر ماہ شب بیداری کا پروگرام باقاعدگی سے ہو رہا ہے۔ اس ماہ یہ پروگرام 17 مارچ بروز ہفتہ بعد نماز مغرب ہوا۔ جناب محمد سلیم اختر نے سورۃ العلق کی آیات کا درس دیا۔ جس میں حدیث رسول ''خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ'' کو بھی وضاحت سے بیان کیا' علم کی اقسام' علم الاسماء اور علم وحی کی وضاحت کی۔ نیز علم حقیقی کی پہچان کو واضح کیا۔ اور محاسبہ اُخروی کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ درس کے آخر میں ابوجہل سے متعلقہ آیات کے حوالہ سے ابوجہل کے کردار کو نمایاں کیا اور بتایا کہ اس بدبخت نے کس طرح رسول ﷺ کو تکالیف پہنچائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان آیات میں اس پر غصہ و غضب کا اظہار فرمایا۔

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کا ماہانہ دعوتی اجتماع

مقامی عاملہ میں طے شدہ پروگرام کے مطابق تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیر اہتمام 23 مارچ 2007ء کو دعوتی اجتماع کا انعقاد ہوا۔ یہ اجتماع محلہ کھولہ کیہال' ایبٹ آباد میں منعقد ہوا۔ مقررہ تاریخ کو مسجد ابوبکر صدیقؓ میں صبح سوا دس بجے درس قرآن سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ مدرس جناب عمر فاروق تھے' جو کہ ایک مقامی مسجد میں خطیب ہیں۔ انہوں نے سورۃ القصص کی آیات کے حوالے سے قارون کی فکر اور سوچ کو واضح کیا اور موجودہ دور کے حالات پر اس کو منطبق کرتے ہوئے کہا کہ آج بھی مسلمانوں کی اکثریت اپنے مال کو اپنی ذہانت اور علم کا نتیجہ سمجھتی ہیں اور اللہ کی طرف لوگوں کی نگاہیں کم ہی جاتی ہیں۔ اس لئے ہمیں اپنی سوچ کو درست کرنا چاہیے اور اللہ ہی سے لو لگانی چاہیے اور اس کی راہ میں دل کھول کر مال خرچ کرنا چاہیے۔ اس کے بعد تعارفی نشست ہوئی۔ بعدازاں دینی فرائض کے موضوع پر عبدالرحمان نے رفقاء واحباب سے خطاب کیا۔ انہوں نے دین و مذہب کا فرق' فرائض دینی' اور جماعتی زندگی کی اہمیت کو مدلل انداز میں بیان کیا۔ اس کے بعد محمد ہارون نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق بیان کیے۔ محمد سلطان نے نظم جماعت کی اہمیت بیان کی۔ انہوں نے سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں نظم کی اہمیت کو واضح کیا' اور رفقاء کو نظم کی پابندی کی ترغیب دلائی۔ اس کے بعد امیر تنظیم اسلامی ایبٹ آباد جناب ذوالفقار علی کا خطاب جمعہ تھا۔ انہوں نے اتحاد امت کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کے ساتھ تعلق امت کے اتحاد کا ذریعہ ہے۔ انہوں نے سورۃ آل عمران کی آیات کے حوالے سے واضح کیا کہ مسلمانوں کی ترقی و عروج قرآن سے وابستہ ہے۔ اس لیے ہمیں قران سے جڑنا چاہیے اور اسے اپنا اوڑھنا۔ بچھونا بنانا چاہیے۔ قریباً 250 احباب نے دل جمعی سے یہ خطاب سنا۔ رفقاء کو کھانا کھلایا گیا۔ مسنون دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی یہ سعی و جہد قبول فرمائے اور اسے ہم سب کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ (آمین) (مرتب: اسد قیوم)

وَاَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ (الحدید: 7)

اور کھپاؤ اس میں سے جس میں عطا کیا تمہیں (اللہ نے) اختیار

اگر آپ

☆ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان اور اپنی صلاحیتیں کھپانا چاہتے ہیں۔

☆ آپ کو کمپیوٹر میں اردو ٹائپنگ کرنا آتی ہے۔ اور

☆ آپ کچھ وقت مرکزی دفتر تنظیم اسلامی گڑھی شاہو یا قرآن اکیڈمی (ماڈل ٹاؤن) کے لئے دے سکتے ہیں **یا**

☆ آپ کے گھر پر کمپیوٹر ہے اور آپ تنظیم کے لئے گھر پر ہی کام کرنے کے خواہشمند ہیں ـــــ تو اس کار خیر کے لئے آگے بڑھیے! اور رابطہ کیجئے:

عاطف عماد' شعبہ پراجیکٹس

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی گڑھی شاہو، 67۔اے، علامہ اقبال روڈ، لاہور۔

فون: 042-6366638, 6316638 ای میل: markaz@tanzeem.org

سعودی عرب کا اعلان حق

پچھلے دنوں سعودی دارالحکومت ریاض میں عرب لیگ کا انیسواں اجلاس ہوا۔ اس میں سعودی شاہ عبداللہ نے کہا ''آج ہمارے پیارے ملک عراق میں ناجائز قبضے کے سائے تلے دو بھائیوں (شیعہ اور سنی) کے مابین لڑائی ہو رہی ہے اور وہاں خانہ جنگی جنم لے سکتی ہے۔'' اس بیان پر امریکی حکومت نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ عراقیوں کے بلاوے پر ان کی مدد کی گئی تھی۔ تاہم سعودی حکومت نے اپنے شاہ کے بیان سے پیچھے ہٹنے سے انکار کر دیا ہے۔

شاہ عبداللہ نے جو بات کہی وہ امر واقعہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ صدام حسین کے مٹھی بھر مخالفین نے امریکیوں کو کہا ہو کہ چڑھائی کر دیں مگر امریکی اسی لیے عراق آئے تاکہ تیل کے کنوؤں پر قبضہ کر سکیں۔ نیز وہ مشرق وسطیٰ کے قلب میں اپنے فوجی اڈے قائم کرنا چاہتے تھے۔ کیا امریکی حکومت یہ تسلیم نہیں کرے گی کہ اگلے تیس برس تک تیل کے عراقی کنوئیں کھودنے کے منصوبے امریکی تیل کمپنیوں کو دیئے جا رہے ہیں؟ یہ کمپنیاں تیل کی فروخت سے سارا منافع کمائیں گی جبکہ عراقیوں کو نہ ہونے کے برابر رقم ملے گی۔

عرب لیگ کے اجلاس میں اسرائیل پر بھی زور دیا گیا کہ وہ سعودی عرب کی طرف سے دیا گیا منصوبہ قبول کر لے (یہ کہ اسرائیل 1967ء کی جنگ میں قبضہ کیے گئے علاقے چھوڑ دے) تاہم اسرائیلی حکومت لیت و لعل سے کام لے رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب اسرائیل' فلسطین مسئلے کے سلسلے میں امریکی پالیسی سے عاجز آ چکے ہیں اور اب وہ خود کوئی راہ تلاش کر کے اس کا حل چاہتے ہیں۔

افغانستان کے جنگی سردار

ایک اخباری رپورٹ کے مطابق افغانستان کے شمال اور مغرب میں موجود چھوٹے بڑے سردار مستقبل میں حامد کرزئی کی حکومت کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس اب بھی خطرناک ہتھیاروں کا ذخیرہ ہے۔ کرزئی حکومت جنوبی اور مشرقی افغانستان میں جاری طالبان تحریک مزاحمت سے پہلے ہی پریشان ہے' اسی لیے وہ شمالی اتحاد کے سرداروں کو خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ یاد رہے کہ شمالی اتحاد کئی چھوٹے بڑے جنگی سرداروں کا ٹولا ہے۔ سرداروں کی بنیاد پر افغانستان کا تقسیم ہو جانا اس ملک کے لیے بدقسمتی کی بات ہے۔

محمود عباس کے لیے امریکی امداد

امریکی حکومت نے فلسطین میں محمود عباس کی الفتح کو 59 ملین ڈالر دینے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ اس تنظیم کی طاقت بڑھائی جا سکے۔ یاد رہے کہ الفتح سیکولر تنظیم سمجھی جاتی ہے جسے پچھلے پارلیمانی انتخابات میں اسلام پسند تنظیم' حماس نے زبردست شکست دی تھی۔ ان دونوں جماعتوں نے گو اتحادی حکومت قائم کر لی ہے مگر اسرائیل اور امریکا اب بھی مطمئن نہیں ہیں۔

سارک میں ایران کی شمولیت

جنوبی ایشیائی ممالک کی تنظیم' سارک کے رکن ممالک نے ایران کو ابزرور کی حیثیت سے سارک کانفرنسوں میں شرکت کی اجازت دے دی ہے۔ یوں ایرانی وفد اگلے ہفتے ہونے والی سارک کانفرنس میں شریک ہوگا۔ ایران کے علاوہ چین' یورپی یونین' جنوبی کوریا اور امریکا بھی آبزرور کی حیثیت سے سارک کے رکن ہیں۔

جدید ٹیکنالوجی میں پاکستان کا تیسرا نمبر

پاکستان کے معروف ایٹمی سائنسدان اور نیسکام کے چیئرمین ڈاکٹر ثمر مبارک مند نے کہا ہے کہ ہم جدید ٹیکنالوجی میں ایشیا بالخصوص بھارت کے مقابلے میں کئی گنا آگے ہیں۔ کروز میزائل بابر کے تجربے کے بعد پاکستان اس جدید ٹیکنالوجی والا ایشیا میں پہلا اور دنیا میں تیسرا بڑا ملک بن گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے ہمارے پاس 6 ایٹمی سائنسدان تھے اب 10 ہزار ہو گئے ہیں۔

کیا طیب اردگان ترکی کے نئے صدر ہوں گے؟

ترکی کی پارلیمان نے 17 مئی سے قبل اپنے ملک کا نیا صدر چن لینا ہے۔ موجودہ ترک صدر احمد سیزر سات سال اقتدار میں رہنے کے بعد رخصت ہو رہے ہیں۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ابھی تک صدارتی عہدے کے لیے کوئی نمایاں امیدوار سامنے نہیں آیا ہے۔ ترکی میں یہ افواہیں گردش کر رہی ہیں کہ ترک وزیر اعظم' طیب ارگان نیا صدر بننے کی تیاریاں کر رہے ہیں' گو ابھی انہوں نے اس امر کا اعلان نہیں کیا۔ یاد رہے کہ اردگان اگر چاہیں' تو با آسانی صدر بن سکتے ہیں۔ اگر اردگان صدارتی دوڑ میں شامل ہوئے' تو ماہرین کے مطابق وہ متنازع ہو سکتے ہیں اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ کیا وہ ذہنی لحاظ سے عہدہ صدارت کے لیے موزوں ہیں؟ کئی ماہرین کا خیال ہے کہ چون برس کے اردگان ابھی کم عمر ہیں اور غیر جانب دار کردار ادا نہیں کر بن سکتے۔ پھر یہ سوال ہے' کہ وہ مزید پانچ برس کے لیے آسانی سے وزیر اعظم بن سکتے ہیں' تو کیا وہ یہ سنہرا موقع گنوا دیں؟ پھر اردگان دوٹوک گفتگو کرنے والے کی حیثیت سے معروف ہیں اور اپنے نظریات کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ پھر کیا وہ مختلف الخیال جماعتوں کو ملا کر چل سکیں گے؟

ترک سیکولر طبقوں کے نزدیک ان کی سب سے بڑی خامی تو اسلام پسند ہونا ہے۔ اس لیے وہ بحیثیت صدر اردگان کی سخت مخالفت کر رہے ہیں۔ وہ بار بار کہتے ہیں کہ انہیں کسی قیمت پر صدر نہیں بنانا چاہیے۔ ظاہر ہے وہ یہ درخواست ترک فوج سے کرتے ہیں جو ترک سیکولر آئین کی محافظ سمجھی جاتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ طیب اردگان کیا راہ اختیار کرتے ہیں۔ دراصل انصاف اور ترقی پارٹی کے پاس وزیر اعظم اور صدر کے عہدے آ گئے' تو ان کے لیے روزمرہ معاملات چلانا آسان ہو جائیں گے۔ شاید یہی سوچ کر اردگان صدارتی انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کر لیں۔

بش صاحب کا ''انتباہ''

جب سے امریکی کانگریس میں ڈیموکریٹک ارکان کی اکثریت ہوئی ہے' بش ریپبلکن حکومت کو روزمرہ کے معاملات چلانے میں رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ بش انتظامیہ عراقی جنگ کے لیے 124 ارب ڈالر کانگریس سے مانگ رہی ہے۔ وہ دینے کو تیار تو ہے مگر اس کے ڈیموکریٹک رکن یہ چاہتے ہیں کہ صدر بش اعلان کریں' 1 ستمبر 2008ء تک ساری امریکی فوج عراق سے واپس آ جائے گی۔ ادھر بش کا کہنا ہے کہ اگر امریکی فوج کے انخلاء کی کوئی تاریخ مقرر کی گئی' تو عراق میں امریکا کو شکست ہو جائے گی۔

بقیہ: اداریہ

امریکی خزانہ بھی ان جنگوں کا متحمل نہیں رہا۔ مسلم ممالک کی قیادت خصوصاً عرب قیادت اس صورتحال سے فائدہ نہ اٹھا سکی تو خود بھی مٹ جائے گی اور امت مسلمہ کے ساتھ بھی کوئی بڑا سانحہ پیش آ سکتا ہے۔ ہم مسلمان عوام اور قائدین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگرچہ کام بہت مشکل ہے لیکن تاریخ پر نگاہ ڈالیں' غلامی کے بندھن توڑنا آسان کب تھا۔ آئیے سوچیں تو سہی' سوا کروڑ یہودی سوا ارب مسلمانوں کی گردنوں پر کیوں سوار ہیں؟ فرق لگن' محنت اور Commitment کا ہے۔ امت مسلمہ اس وقت ایک بیمار امت ہے۔ ہمارا جسم بھی بیمار ہے اور روح بھی۔ ہمیں دوا اور دعا دونوں کی ضرورت ہے۔ فیصلہ کریں اور امریکہ پر تکیہ ختم کریں' پوری ایمانی قوت کے ساتھ اللہ کا دامن تھام لیں' اس کی کتاب کو اپنا امام بنائیں' اس کے رسول ﷺ کی سنت کو دانتوں سے پکڑ لیں' تن آسانیاں ترک کریں' مغرب کے طرز زندگی پر لعنت بھیجیں' باہمی تعلقات کی بنیاد ایثار اور نیک جذبہ پر رکھیں۔ زندہ رہیں تو اسلام پر اور موت آئے تو ایمان پر' اس نعرہ کو اپنا ہدف بنا لیں تو زندگی میں عزت ملے گی اور آخرت کا سامان بھی ہو جائے گا۔

اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے   پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

ذرا نم ہو تو یہ مٹی......

ابوکلیم نبی محسن

سرزمین خداداد کے انتہائی شمال مغرب میں بلند پہاڑوں کی گود میں خراسان بزرگ (افغانستان) کے پڑوس میں واقع باجوڑ ایجنسی ایک سال پہلے تک امن کا گہوارہ رہی۔ خدا جانے کس کی نظر بد اِس جنت نظیر علاقے کے امن کو لگ گئی جس سے اِس علاقے کا امن وامان غارت ہوگیا۔ پریشانیوں اور تکالیف میں آئے روز اضافہ ہو رہا ہے۔ باجوڑ کا یہ علاقہ غالبًا وسط خراسان ہے۔ یہاں کی مٹی دینی تحریک کے لئے بہت زرخیز ہے۔ تنظیم نفاذِ شریعت محمدی نے اسی علاقے کی آغوش میں جنم لیا تھا۔ یہی علاقہ ہے جس کے بارے میں اقبال کا یہ شعر صد فیصد درست ثابت ہوتا ہے۔

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرہ نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اب حال یہ ہے کہ کبھی حکومتی کارندے جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں' اور کبھی طالبانِ قرآن کے لہو سے مدرسے نہائے جاتے ہیں' لیکن کوئی بصیرت رکھنے والا نہیں کہ حقیقت سے پردہ اٹھائے اور معاملے کی تہہ تک پہنچے۔ کیا ارباب اختیار سے کوئی پوچھنے والا ہے کہ ابومروان نے ہماری حکومت کا کیا بگاڑا تھا' ہمارے ملک وقوم کے ساتھ کیا زیادتی کی تھی۔ حکومت کے وفاداروں نے کئی کلومیٹر تک اُن کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ اُس کی جان لے لی' تب ان کے کلیجے ٹھنڈے ہوئے۔ اُس کا گناہ صرف اور صرف یہ تھا کہ وہ افغانستان میں روس کے خلاف جہاد میں شریک ہوا تھا۔

یہ کس قدر نا انصافی ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی شریعت پر کاربند تھے' دہشت گرد قرار پائے۔ ان کو سر چھپانے کی جگہ نہیں ملتی۔ انہیں چن چن کر قتل کیا گیا' تا کہ بش خوش ہو جائے۔ کچھ کو زندہ پکڑ کر امریکہ بہادر کے حوالہ کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ غیور ہے' لگتا ہے کہ ہم اللہ کے قہر وغضب کے زد میں آ گئے ہیں۔ ہم نے خود ہی اپنے لئے اسباب پیدا کئے ہیں۔ پر امن علاقوں کو بدامنی کی آماجگاہ بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ کر غیروں کے احکام ماننے لگے۔ ایمانی حقائق کو چھوڑ کر نام نہاد زمینی ''حقائق'' کے اسیر ہو گئے۔ موجودہ بدامنی ہماری حکومت کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ ہمیں ہوش کے ناخن لینا چاہئیں۔ اب بھی وقت ہے' بلوچستان کی خراب صورتحال' شمالی وزیرستان میں جو کچھ ہو رہا ہے' وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ حالات روز بروز خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ پاکستان کے نظریاتی جڑوں کو کاٹا جا رہا ہے۔ فحاشی' عریانی' سودی معیشت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران ہم نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اے اللہ! اگر تو ہمیں آزاد ملک عطا فرما دے تو ہم تیرا دین نافذ کریں گے' تیرے دین کا بول بالا کریں گے۔ اِس وعدہ خلافی کے نتیجے میں ہم غیروں کے غلام ہو گئے۔ ہمارے حکمران امریکہ کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا' نہ من تیرا

موجودہ ذلت ورسوائی سے نجات کی صورت یہ ہے کہ ہم اجتماعی طور پر قومِ یونس علیہ السلام کی طرح توبہ کریں۔ ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کرنے کے لئے جدوجہد کریں۔ دین کے نفاذ کے لئے انتخابی طریق کو چھوڑ کر رسولِ انقلاب کے طریقہ انقلاب کو اپنائیں۔ اگر اِس ملک میں اسلامی نظام نافذ ہوگیا تو ہمیں ضرور اللہ کی مدد حاصل ہوگی۔ اور پھر یہ ملک امن وامان کا گہوارہ بنے گا۔ اگر ہم نے اسلامی نظام سے مزید انحراف کیا' تو ہمیں مزید برے حالات کے لئے بھی تیار رہنا چاہیے۔ ملک کی سلامتی صرف اور صرف دین کے نفاذ میں ہے۔ جس کے لئے ہمارے بزرگوں نے قربانیاں دے کر یہ ملک حاصل کیا تھا۔

TYANTS GOVERN THOSE WHO DO NOT LIKE TO BE GOVERNED BY GOD.

These are the words of a Quacker, William Penn. Quackers are a religious sect among the Europeans. The above words reflect the character of their ethics.
So why do the tyrants govern people? Because the people love the tyrants. If people did not love to be governed by the tyrants, will they then, not naturally, do something about it, and as such, accept and adopt the ways shown by the Lord Almighty(swt)?
The Lord says accept my ways because my way is the right way.
Do we care? If we cared, would we come to such a situation, we find ourselves in today?
Crime, crime everywhere.
Lord says "Create not an idol and worship not an idol". We create an idol (a political or religious leader) and then start worshipping (obeying) this man. When we do so we start disobeying the Lord, thus creating the problems we are facing today.
Lord says further "When you come to decide the destiny of the people, always and always consult them". In other words Lord has Commanded each and everyone of us to come together to organise "Peoples' Consultative Committees" (Parish concil, Shoorah, Punchayet etc.) so that we all participate in the affairs of our country through our "Peoples' Consultative Committees" , under the guidance of collectives Scholars and Intellectuals among us.
We must remember always, that collective leadership through the "Collectives of the Intellectuals" is a far far better alternative to one person's leadership.
Lord also says that while coming together for self help always "Uphold Justice at all the times"
We the people, are ourselves to blame.
For what ? For leaving our country to "Undesirable and criminals" to do whastever they like. By organising "Peoples' Consultative Committees" we the people can solve almost all our problems through self help and no doubt, with the help of the Lord.
People throughout the ages have, solved their problems effectively, through "Peoples' Consultative Committees". There is nothing new in it.
We defy the above commonsense and Commands of the Lord, utterly at our peril.
Will we not start opting to be governed by God? Will we not start rallying round the Lord?
Will we not start organising Peoples' Shoorahs in the locality where we live, to organise our well being to live in peace?
The choice is utterly and absolutely ours.
Obey the Lord(swt) and come together to run the affairs of our own country through our own "Collectives", methodically and peacefully.
Or leave our country to be run by the undesirables and criminals.

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 13

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

ABID ULLAH JAN & RORY WINTER

Just desserts: Daily Dawn deserves what it Gets.

At If General Musharraf has done anything for the good of Pakistan it has been to put daily Dawn in its place. He has still not punished the paper in the manner individuals have been, in some cases, with death. But tears from Dawn's squealing editors bode well for the future of journalism in Pakistan.

Most of Pakistan's leading newspapers have imposed a degree of self-censorship on themselves. Dawn led the pack in this regard. It has remained faithful to every sitting regime. Apart from a few occasional apparently critical articles it has always toed the regime line and supported its policies.

Its editorial policy has been to reject any article that might jeopardize the paper's fidelity to the government. The result has been obvious. Outsiders who accept Dawn as a leading and credible source of information are deprived of hearing the people's voice and of appreciating the country's real problems.

More recently the Musharraf regime seems to expect an excess of loyalty. Too bad for Dawn that it is unable to blind itself to reality and report that everything's just fine when almost everyone within and outside Pakistan knows to the contrary. Dawn has found itself between a rock and a hard place.

It simply cannot continue with its obsequious policy. It must report at least some of the reality.

But the regime is not used to criticism from a loyal paper. Thus it has, for the first time, let the paper experience what other newspapers have been suffering for years. For example, both provincial and federal governments have withheld the Frontier Post's funds for years. It withheld paper to print and advertising.

Dawn's tearful editor appealed to the public on March. 31 to write to the dictator-in-chief and a long list of his cronies to be kind to Dawn. It might sound unethical on my part but the truth is that Dawn is getting what it deserves.

Its CEO and publisher, Hameed Haroon, claims that Dawn's "attempts to monitor a recurring tendency toward covert militancy among responsible decision-makers in government" was 'irksome' to the regime. What is monitoring by the way? Have we seen any investigative reports from Dawn exposing the crimes and corruption of the military regime and its cronies? To this writer's knowledge the answer is: none.

Dawn's CEO claims when the regime approached Dawn in September 2006 and attempted "to seek a news blackout regarding Baluchistan and the troubled FATA agencies," the editors "firmly turned down" the regime's request. And then what? Did Dawn conduct any investigations into the killing of Pakistanis by Pakistani forces? Did it produce a conclusive report to show that the General is claiming responsibility for the deaths of his people killed by the US-UK occupation forces in Afghanistan? Concern is coming from countless sources elsewhere. What special role has this 'credible' Pakistani newspaper played?

Dawn is receiving a mild beating not because it has refused to submit to oppressive pressure from the military regime but for exactly the opposite reason. It has subjected itself to self-censorship for so long that it has become a compliant sheep by default. That's why the regime cannot now tolerate its coverage of events – a coverage which reaches the public from other sources anyway.

Dawn's CEO and publisher sheds crocodile tears for the freedom of the press whereas the core concern is obvious from each line written in the paper. That concern is, in the CEO's words, "the future financial viability" of the publishing empire. The public does not lose or gain by the demise of an empire that cannot call a spade a spade and muzzles the truth to be told by others through its pages.

The CEO's detailed messages are an indication of utter desperation. It is not an attempt to change anything for the better. The paper never stood by any tortured journalist. It never truly investigated the murder of any journalist at the hands of the ISI. Did it investigate why and how Hayatullah Khan was killed by the ISI? Did it investigate why Sohail Qalandar was abducted?

It simply accepted concocted stories that robbers and bandits abducted Sohail Qalandar and kept him captive for weeks because he was writing about them. No sensible mind would accept this nonsensical explanation of an event which has never happened before. Not only Dawn but other newspapers accepted this cooked-up story which allowed the regime and its agencies to get away with its threats, intimidation, torture and the deaths of journalists.

Of what use are the more than three hundred journalists and reporters at Dawn when it refuses to expose the real filth of the regime, when it will not investigate the practices of the agencies responsible for the disappearance of hundreds of people?

After reading Dawn's CEO's message a reply that comes to mind for General Musharraf is: Mr Dictator, too little too late you are doing to your friends what you have been doing to your enemies all along. Will you press them even harder to let your journalist pals learn what subjectivity and objectivity is really all about? Will you give them a really hard lesson so that they can get a real taste of the reality they have been denying and refusing a place in the pages of their 'esteemed' dailies under the pretext that the truth was "too subjective"?

Good luck to Dawn! It never let the people's voice be heard in its pages. Now it appeals to the people it ignored in their suffering to save its skin. The wheel of fortune has turned full circle for Dawn. It is to be hoped that it will never forget this experience and the way it closed its eyes to reality under a policy of smug self-censorship.

For outsiders, this is a good opportunity to see Dawn, the torch bearer of "objectivity" is being targeted by the military regime in this way. Imagine the state of those in Pakistan who's work is considered "subjective" by those who have a stake in maintaining the status quo.